23

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا
34واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

27 ذوالحجہ 1446ھ 4 محرم 1447ھ / 24 تا 30 جون 2025ء

اس شمارے میں

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش

شہیدِ مظلوم
حضرت عثمان ذُوالنورینؓ

ایران پر اسرائیلی حملے

پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

ایران اہم ہے لیکن اسلام اہم تر ہے

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قرآن فہمی:
ایک فکری اور روحانی تحریر

باطل نظام ہائے زندگی اور اخلاقی بگاڑ

یہ ایک عملی حقیقت ہے کہ ہمیشہ اس کرۂ ارض پر ایسی قوتیں رہی ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسلامی نظام زندگی اس دنیا میں قدم نہ جما سکے۔ اس لیے کہ دنیا کے جس قدر غیر اسلامی نظام ہیں اُن کے کچھ مفادات و امتیازات ہوتے ہیں۔ یہ نظام بعض کھوٹی اور جھوٹی قدروں پر قائم ہوتے ہیں۔ جب بھی دنیا میں اسلامی نظام قائم ہوتا ہے، ایسی قوتوں کے مفادات ختم ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ یہ باطل نظام ہائے زندگی انسانی نفوس کی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور انسانوں کو انسانی سطح سے نیچے گرا کر اُن کے اندر اخلاقی بگاڑ پیدا کر کے اور ان کو حقیقت سے ناآشنا رکھ کر اسلامی نظام کی مخالفت میں لا کھڑا کر دیتے ہیں۔ یوں عوام الناس اپنی جہالت کی وجہ سے اسلام کی راہ روکنے لگتے ہیں۔ چنانچہ شر کا زور ہوتا ہے اور باطل پھولا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور شیطان کی چالیں بہت گہری ہوتی ہیں۔ اندریں حالات قرآن حاملین ایمان اور اسلامی منہاج حیات کے علمبرداروں کے لیے اعلیٰ اخلاقی معیار تجویز کرتا ہے تاکہ وہ شر اور شیطان کے ایجنٹوں سے اچھی طرح مقابلہ کر سکیں۔ ان کی اخلاقی حالت مضبوط ہو وہ دشمنوں کے خلاف لڑ سکیں اور ہر وقت ایسی جنگ کے لیے تیار ہوں جو اُن پر اسلام کے دشمن مسلط کر دیں۔ یہی ایک ضمانت ہے جس کی وجہ سے اسلام کی دعوت کی راہ نہیں رکتی اور اسلامی نظام قائم ہوتا ہے۔

فی ظلال القرآن
سید قطب شہیدؒ

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں
کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1138

غیر اللہ کو حمایتی بنا کر اُن سے امیدیں رکھنے والوں کی حیثیت مکڑی کے گھر جیسی ہے

سُورۃُ العَنکبُوت | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 41 تا 44

مَثَلُ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡلِیَآءَ کَمَثَلِ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۚۖ اِتَّخَذَتۡ بَیۡتًا ؕ وَ اِنَّ اَوۡہَنَ الۡبُیُوۡتِ لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴۲﴾ وَ تِلۡکَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُہَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا یَعۡقِلُہَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۴﴾

آیت ۴۱: ﴿مَثَلُ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡلِیَآءَ کَمَثَلِ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۚ اِتَّخَذَتۡ بَیۡتًا ؕ﴾ ’’ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا کچھ حمایتی بنا رکھے ہیں ایسی ہے جیسے مکڑی کی مثال‘ جس نے ایک گھر بنایا۔‘‘

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سہارے اور اس کے توکّل کو چھوڑ کر کسی اور کا سہارا ڈھونڈنا گویا مکڑی کے گھر میں پناہ لینے کے مترادف ہے۔

﴿وَ اِنَّ اَوۡہَنَ الۡبُیُوۡتِ لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۱﴾﴾ ’’اور بے شک تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور گھر مکڑی ہی کا گھر ہے۔ کاش کہ اُنہیں معلوم ہوتا!‘‘

آیت ۴۲: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴۲﴾﴾ ’’یقیناً اللہ خوب جانتا ہے جس چیز کو بھی یہ لوگ اُس کے سوا پکارتے ہیں۔ اور وہ زبردست ہے‘ حکمت والا۔‘‘

آیت ۴۳: ﴿وَ تِلۡکَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُہَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا یَعۡقِلُہَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾﴾ ’’اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے‘ لیکن انہیں نہیں سمجھتے مگر وہی لوگ جو علم والے ہیں۔‘‘

آیت ۴۴: ﴿خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۴﴾﴾ ’’اللہ نے تخلیق کیا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ۔ یقیناً اس میں عظیم نشانی ہے ایمان والوں کے لیے۔‘‘

درس حدیث

موت اور افلاس میں خیر کا پہلو

عَنۡ مَحۡمُوۡدِ بۡنِ لَبِیۡدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِثۡنَانِ یَکۡرَھُھُمَا ابۡنُ اٰدَمَ یَکۡرَہُ الۡمَوۡتَ وَالۡمَوۡتُ خَیۡرٌ لِّلۡمُؤۡمِنِ مِنَ الۡفِتۡنَۃِ وَیَکۡرَہُ قِلَّۃَ الۡمَالِ وَقِلَّۃُ الۡمَالِ اَقَلُّ لِلۡحِسَابِ)) (رواہ احمد)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’دو چیزیں ایسی ہیں جن کو آدمی ناپسند ہی کرتا ہے (حالانکہ ان میں اس کے لیے بڑی بہتری ہوتی ہے) ایک تو وہ موت کو پسند نہیں کرتا‘ حالانکہ موت اس کے لیے فتنہ سے بہتر ہے‘ اور دوسرے وہ مال کی کمی اور ناداری کو پسند نہیں کرتا‘ حالانکہ مال کی کمی آخرت کے حساب کو بہت مختصر اور ہلکا کرنے والی ہے۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
27 ذوالحجہ 1446ھ 4 محرم 1447ھ جلد 34
24 تا 30 جون 2025ء شمارہ 23
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق
مجلس ادارت: ◉ فرید اللہ مروت ◉ محمد رفیق چودھری ◉ وسیم احمد باجوہ ◉ خالد نجیب خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا' یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادار یہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا کو ہے پھر معرکہ رُوح و بدن پیش

اسرائیل کیا چاہتا ہے؟

یقیناً یہ اس دور کا اہم ترین سوال بن چکا ہے۔ امریکہ اور مغربی یورپ کے اکثر ممالک اسرائیل کی غیر مشروط حمایت کرتے ہیں، لیکن کسی اصول کی بنیاد پر نہیں بلکہ اسے صہیونی لابی کی غلامی کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ مشرق وسطیٰ کے کئی ممالک بھی اسرائیل کو اپنے اقتدار اور دولت کی بچت کے لیے (امریکہ کے ذریعے) سلامی پیش کرتے رہتے ہیں۔ پھر یہ کہ بھارت اور اسرائیل فطری اتحادی ہیں جسے قرآن پاک نے واشگاف الفاظ میں 14 صدیاں قبل ہی واضح کر دیا تھا: "تم لازماً پاؤ گے اہلِ ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور اُن کو جو مشرک ہیں اور تم لازماً پاؤ گے مودّت کے اعتبار سے قریب ترین اہلِ ایمان کے حق میں ان لوگوں کو جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان (عیسائیوں) میں عالم بھی موجود ہیں اور درویش بھی اور (اس لیے بھی کہ) وہ تکبر نہیں کرتے۔" (المائدۃ:82)

آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں نہ صرف 14 صدیوں قبل کے مشرکین مکہ اور مدینہ میں آباد یہود کے قبائل کی اسلام اور مسلم دشمنی کا تذکرہ ہے بلکہ آنے والے دور کے حوالے سے بھی مسلمانوں کو بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے ایک سنہری پالیسی دے دی گئی ہے۔ آج یہودی اسرائیل میں اور مشرک بھارت میں مسلمانوں پر ظلم اور درندگی کی نئی داستان رقم کر رہے ہیں۔ افسوس کہ ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کے بعض ہمسائے مسلم ممالک ہی اس کی چاکری کر رہے ہیں۔ مذکورہ بالا آیت کے دوسرے حصہ میں فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے حق میں نرم گوشہ رکھنے والے وہ ہیں جو عیسائی کہلاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ان میں عالم اور درویش بھی ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ مدینہ کے تینوں یہودی قبائل نبی اکرم ﷺ کو اللہ کے آخری رسول کے طور پر واضح دلائل کی روشنی میں اچھی طرح پہچان چکے تھے، لیکن انہوں نے بھی وہی شیوہ اپنایا جو شیطانِ لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کرنے پر اختیار کیا تھا، یعنی تکبر اور حسد۔ آج بھی یہودی خود کو تحریف شدہ تورات اور تالمود کی روشنی میں مکمل اور بہترین انسان گردانتے ہیں اور باقی سب کو کیڑے مکوڑے، جنہیں جب چاہے مسل دو۔ دوسری طرف عیسائیوں کا معاملہ دورِ حاضر میں خاصہ پیچیدہ ہے۔ امریکہ اور برطانیہ جیسے ممالک میں تو پروٹیسٹنٹ عیسائیت جڑ پکڑ چکی ہے اور جو نشانیاں درج بالا آیت میں عیسائیوں کی بتائی گئی ہیں وہ اس پر کسی طرح پورا نہیں اترتے۔ دوسرا بڑا گروہ رومن کیتھولکس کا ہے اور وہ آج سے تقریباً صدی بھر پہلے یہود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بغاوت اور (اپنے تئیں) سولی چڑھانے کے جرم سے بری الذمہ قرار دے چکے ہیں۔ وہ اپنی تحریف شدہ انجیل میں اس حد تک تبدیلی کر چکے ہیں کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھانے کی سازش کرنے والے درحقیقت مشرک رومی تھے، یہود نہیں! ان کی اکثر باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پہ جسم و روح سمیت پورا پورا آسمانوں پر اٹھا لیا تھا اور وہ قیامت سے قبل تشریف لائیں گے۔ اس کی مزید تفصیل میں ہم نہیں جاتے۔ لہٰذا رومن کیتھلک عیسائی بھی درج بالا آیت میں بتائی گئی نشانیوں پر پورا نہیں اُترتے۔ البتہ عیسائیوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو ایسٹرن آرتھوڈوکس چرچ کہلاتی ہے۔ آج کی دنیا میں روس (سوویت یونین نہیں) عیسائیت کی اس شاخ کا مرکز و محور ہے۔ اگرچہ یونان اور مشرقی یورپ کے بعض ممالک نیز وسطی ایشیا میں آرمینیا بھی اسی پر عمل کرتے ہیں۔ تثلیث کے یہ بھی قائل ہیں لیکن عیسائیوں کی دوسری دو بڑی شاخوں سے قدرے مختلف ہیں۔ یہ کرسمس 25 دسمبر کی بجائے 7 جنوری کو مناتے ہیں۔ صدر پیوٹن کی بطور روسی صدر پانچوں بار تقاریب حلف برداری میں ایسٹرن آرتھوڈوکس

چرچ (جو روسی آرتھوڈوکس چرچ بھی کہلاتی ہے) کے علماء وراہب بڑی تعداد میں موجود تھے۔ان کے عمومی عاجزانہ رویئے اور مسلمانوں کے لیے قدرے نرم گوشہ رکھنے کے باعث وہ سورۃ المائدۃ کی آیت 82 میں بتائی گئی نشانیوں پر کسی درجہ میں پورا اُترتے ہیں۔زمینی حقائق سے بات اور واضح ہوجاتی ہے کہ اس وقت ساری دنیا اسرائیل کا ساتھ دے رہی ہے لیکن وہ چند ملک جو اسرائیل کے خلاف آواز بلند کررہے ہیں ان میں روس بھی شامل ہے۔ عین ممکن ہے کہ احادیث مبارکہ میں مسلمانوں اور رومیوں کے جس اتحاد کا تذکرہ آیا ہے، اس سے مراد روس یعنی بازنطین کے رومی ہوں۔واللہ اعلم!

اب ذرا اسرائیل اور یہود کے عزائم کا بھی جائزہ لے لیں۔یہود کے نزدیک مسیح علیہ السلام کی سیٹ ابھی خالی ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح (مسایاح) ماننے سے انکار کردیا تھا۔شیطان نے انہیں ایسی پٹی پڑھائی کہ اُنہوں نے اپنی مذہبی کتب میں یہ بات واضح طور پر لکھ دی کہ ارضِ مقدس یعنی فلسطین کا علاقہ یہود کی میراث ہے اور 1917ء کے بالفور ڈیکلریشن کے بعد ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل قائم ہونے تک یہودی دنیا بھر سے مقبوضہ فلسطین میں بستے چلے گئے اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ان کے مطابق مسیح [جسے وہ موشائخ (Mashiach) کہتے ہیں اور ہمارے نزدیک یہی مسیح الدجال ہوگا] کے خروج کے لیے ایک بہت بڑی عالمی جنگ کا ہونا ناگزیر ہے۔یہ جنگ جو کہ عیسائی مذہبی لٹریچر میں آرمیگڈون کہلاتی ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کا تذکرہ الملحمۃ العظمیٰ اور الملحمۃ الکبریٰ کے طور پر آیا ہے، اس کے ذریعے اسرائیل اپنی سرحدیں وسیع کر کے گریٹر اسرائیل قائم کرنا چاہتا ہے۔اس گریٹر اسرائیل کو دنیا بھر کے فیصلے کرنے کا اختیار ہوگا۔یہود اپنا تھرڈ ٹیمپل تعمیر کرنے کے لیے مسجدِ اقصیٰ اور قبة الصخرة بلکہ پورے ٹیمپل ماؤنٹ کو ایک مرتبہ چٹیل میدان بنائیں گے اور پھر وہاں اپنی اس عبادت گاہ کو تعمیر کریں گے جسے وہ تھرڈ ٹیمپل کہتے ہیں۔وہاں تختِ داؤدی لاکر نسب کیا جائے گا،جس پر بیٹھا کر دجال (جو ان کے نزدیک مسیح ہوگا) کی تاجپوشی کی جائے گی،دجال کی عالمی حکومت قائم ہوگی اور یوں یہودیوں کا سنہری دور شروع ہوجائے گا۔ یہاں انتہائی اہم بات سمجھنے کی یہ ہے کہ معین شخصِ دجال سیکولر،لبرل صورت میں ظاہر نہیں ہوگا بلکہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے گا۔(معاذ اللہ) اور اُس کی شعبدہ بازیاں بھی حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے معجزات سے کسی درجہ میں نسبت رکھتی ہوں گی۔لہٰذا مسیح الدجال ایک مذہبی شخصیت کا روپ دھارے گا۔وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کو بھی اس طور پر استعمال کرے گا کہ دنیا کی عظیم اکثریت اس بات کی قائل ہوجائے گی کہ یہی اصل مسیح ہے۔حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ دنیا کے آغاز سے لے کر تا قیامِ قیامت انسانیت کے لیے یہ سب سے بڑا فتنہ ہوگا۔ دجال کے فریب کو صرف اہلِ ایمان ہی پہچان سکیں گے،چاہے وہ پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ!

اپنے اسی باطل ایجنڈا کو پورا کرنے کے لیے اسرائیل تگ و دو میں مصروف ہے۔شرک میں مبتلا ہندو (بھارت) اور مسیح علیہ السلام کی واپسی کے قائل پروٹیسٹنٹ اور رومن کیتھولک عیسائی صہیونی ریاست کا دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔اسرائیل نے ایران پر کیوں حملہ کیا؟ اس کا اگلا ہدف کیا ہے؟ کم و بیش پانچ سال قبل ایک ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے کہا تھا:''ہمیں دو چیزوں کو روکنا ہے۔ایک یہ کہ کوئی انتہا پسند مسلم حکومت ایٹمی ٹیکنالوجی کی حامل نہ بن جائے،یعنی ایران،اور ایک ملک جو ایٹمی قوت ہے اُس پر انتہا پسند مسلمانوں کا قبضہ نہ ہوجائے،میری مراد پاکستان ہے۔'' اس میں کوئی شک نہیں کہ ایران نے ماضی میں بہت سی غلطیاں کیں۔ بھارت کو چابہار کی بندرگاہ کی مکمل رسائی دے دی،جس کے ذریعے اسرائیل جاسوسی کرتا رہا۔ پاکستان سے خفیہ طور حاصل کیے ہوئے جوہری سینٹری فیوج کا دنیا بھر میں ڈھنڈورا پیٹا۔ بھارت کے حاضر سروس فوجی کلبھوشن جادھو کو پاکستان میں داخلے کا موقع دیا جس کے نیٹ ورک نے پاکستان میں خوب دہشت گردی پھیلائی۔مشرقِ وسطیٰ میں اپنی پراکسیز کے ذریعہ فساد مچایا۔پھر سال کے شروع میں پاکستان پر ہی میزائل اور ڈرون داغ ڈالے جس پر مجبوراً پاکستان کو انتہائی تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے مختصر جوابی کارروائی کرنا پڑی۔لیکن حالیہ اسرائیلی حملوں کے دوران اُس کی انٹیلیجنس سروس ناکارہ ثابت ہوئی۔ اپنی فضائیہ اور دفاعی نظام کو دشمن سے نبٹنے کے لیے تیار نہ کیا۔سب غلطیاں اور کوتاہیاں اپنی جگہ لیکن اس وقت ایران خطرے میں ہے اور اُس کی عملی مدد کرنا تمام مسلم ممالک کی دینی ذمہ داری ہے۔انتہائی خوشگوار بات یہ ہے کہ سعودی عرب نے ایران کا مکمل ساتھ دینے کا اعلان کیا اور ایرانی حجاج کو سرکاری مہمان قرار دیا۔مگر اسرائیل امریکہ کے ساتھ مل کر اُسے شدید ترین نقصان پہنچا سکتا ہے۔جی ہاں نیتن یاہو امریکہ کو اس جنگ میں گھسیٹنا چاہتا ہے۔ٹرمپ نے حال ہی میں تہران خالی کرنے کا مطالبہ کیا ہے جس کا اصل مطلب یہ ہے کہ مکمل سرنڈر کردو ورنہ... پھر یہ کہ رضا شاہ پہلوی کے بیٹے رضا شاہ کو رجیم چینج کے بعد ایرانی صدر بنانے کی تیاری ہے۔ G-7 کانفرنس میں شرمناکی کی انتہا دیکھنے کو آئی کہ سارا الزام ایران پر ڈال دیا گیا اور اسرائیل کی کھل کر حمایت کی گئی۔دوسری طرف ٹرمپ امریکی صدر کے طور پر اسرائیل کے تمام مفادات کو پورا کررہا ہے۔لیکن اگر اسرائیل خدانخواستہ ایران کو زیر کرلیتا ہے تو پھر اس کے اور پاکستان کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔بعض مسلم ممالک کا تو یہ حال ہے کہ ایران سے اسرائیل کی طرف جاتے ہوئے بہت سے ڈرونز اور میزائلوں کو روک رہے ہیں۔ کچھ اسی نوعیت کا معاملہ متحدہ عرب امارات کا بھی ہے۔لیکن اس میں شک نہیں کہ ایران نے اسرائیل کے کئی شہروں میں کامیاب حملے کیے ہیں اور غزہ میں بمباری کر کے مسلمانوں کے چیتھڑے اُڑتے دیکھ کر خوشیاں منانے والے صہیونیوں کی آہ و بکا دیکھ کر دل میں ایک ٹھنڈک سی محسوس ہوئی۔

بہرحال اصل سوال یہ ہے کہ پاکستان کو آئندہ کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔سیاسی، معاشی، آئینی و قانونی اور دفاعی معاملات میں بہتر سے بہتر کارکردگی دکھانا تو ناگزیر ہے ہی۔جنگی ساز و سامان اور جذبہ ایمان کو ساتھ ملا کر چلنا ہوگا۔صرف چین پر تکیہ کرنا ہی کافی نہیں، ایک مسلمان کا حقیقی توکل تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے۔مرحوم ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے ایک انٹرویو میں ایک بڑے صحافی کو بتایا تھا کہ جب انہوں نے پانچ ہزار کلومیٹر تک کے ہدف کو نشانہ بنانے والے میزائل کا منصوبہ پیش کیا تو صدر مشرف غصے سے لال پیلے ہوگئے اور کہنے لگے کہ کیا تم اسرائیل کو ہدف بنانا چاہتے ہو۔پھر پوری قوم نے دیکھا کہ محسنِ پاکستان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔بعض میڈیا اطلاعات کے مطابق ٹرمپ نے فیلڈ مارشل سے ملاقات کے دوران لڑاکا طیاروں، فوجی ساز و سامان اور معاشی امداد کے بدلے میں پاکستان سے فوجی اڈے مانگے ہیں۔ ہمارا پُرزور مطالبہ ہے کہ صدر پرویز مشرف کی نائن الیون کے بعد کی گئی حماقت کو نہ دہرایا جائے اور امریکہ کو واشگاف الفاظ میں ''ایبسولیوٹلی ناٹ'' کہا جائے۔یقیناً ہمیں اسرائیل کو ہدف بنانا ہوگا۔جن جنگوں کا آغاز ہوچکا ہے اس میں پاکستان کو ابھی مزید گھسیٹا جائے گا۔پاک فوج کے موٹو ''ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ'' کا عملی مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ہماری اب بھی یہی دعا ہے کہ مسلم ممالک خوابِ خرگوش سے جاگیں اور اس بات کو سمجھیں کہ اسرائیل کا اصل ہدف مسلمان ممالک ہی ہوں گے۔لہٰذا دین کو دانتوں سے پکڑ لیں اور اپنی تمام توانائیاں ملتِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے صرف کردیں۔اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں اور مقتدر حلقوں کو اس اہم ترین دینی ذمہ داری کو ادا کرنے میں مقدمۃ الجیش بننے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یا رب العالمین!

بقول اقبال ؎

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش — تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا — ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

شہیدِ مظلوم
حضرت عثمان ذُوالنورین رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے ضمن میں سب سے زیادہ مشہور و معروف بات ان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دامادی کی قرابت ہے جو تقریباً ہر مسلمان کو معلوم ہے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک نسلی تعلق اور قرابت داری اصل اساسِ فضیلت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے تو اس تصور کی کامل نفی کی ہے‘ چنانچہ سورۃ الحجرات کی آیت 13 میں فرمایا گیا ہے:

’’لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے (جدا جدا) خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تو باہم شناخت کے لیے (نہ کہ تکبر و افتخار کے لیے)۔ بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت دار تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا اور باخبر ہے۔‘‘

رنگ و نسل اور خون کے رشتوں کے تعلق کو‘ جنہیں عام طور پر دنیا میں شرف و فضیلت کی اساس سمجھا گیا ہے‘ قرآن مجید نے غلط قرار دیتے ہوئے رنگ و نسل کے تمام بتوں کو توڑ ڈالا ہے اور اصل بنائے شرف و عزت اور کرامت و فضیلت صرف تقویٰ کو قرار دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت

امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قرابت و رشتہ داری کے لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تہرا رشتہ اور تعلق ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خاندان کے لحاظ سے نجیب الطرفین قریشی ہیں اور پانچویں پشت میں ان کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبی تعلق یکجا ہو جاتا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی والدہ حضرت اروی بنت اُمّ الحکیم بنت عبدالمطلب تھیں‘ یعنی اُن کی والدہ محترمہ جناب عبدالمطلب کی نواسی تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے پوتے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عثمان غنیؓ کی والدہ ماجدہ کے مابین پھوپھی زاد بہن اور ماموں زاد بھائی کا رشتہ ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان غنیؓ اس نسبت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے ہیں۔

شرفِ دامادی اور ذوالنورین کا لقب

دوسرا رشتہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد ہیں۔ ہجرت مدینہ سے بہت قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں آئیں۔ ہجرت کے بعد غزوۂ بدر سے متصل ہی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا‘ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حبالۂ نکاح میں آئیں۔ اسی نسبت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب ’’ذوالنورین‘‘ قرار پایا۔

جب حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں اور وہ یکے بعد دیگرے انتقال کرتی رہتیں تو بھی میں اپنی بیٹیوں کو یکے بعد دیگرے عثمانؓ کے نکاح میں دیتا رہتا۔ روایات میں تعداد مختلف ہے‘ لیکن سب میں یہ بات مشترک ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دامادی اور ان کے حسن سلوک سے اس قدر راضی‘ خوش اور مطمئن تھے کہ یکے بعد دیگرے اپنی صاحبزادیوں کو ان کے نکاح میں دینے کے لیے تیار تھے۔

جود و سخا

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ’’اِزالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء‘‘ میں محققین کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ’’ذوالنورین‘‘ کا جو لقب ملا تو اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان میں دو سخاوتیں جمع ہو گئی تھیں۔ ایک سخاوت اسلام لانے سے پہلے کی زندگی کی ہے اور دوسری سخاوت کی شان وہ ہے کہ جو اسلام لانے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد ظاہر ہوئی۔ اصلاً تو آپؓ کو ’’ذوالنورین‘‘ کا لقب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کا یکے بعد دیگرے آپؓ کے حبالۂ عقد میں آنے کی وجہ سے ملا تھا‘ لیکن حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک محققین اُمت کا یہ قول بھی سند کا درجہ رکھتا ہے کہ اس معزز لقب کا باعث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اسلام سے قبل اور قبولِ اسلام کے بعد کی جود و سخا بھی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی بڑے گہرے مراسم تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیکر جود و سخا اور نوعِ انسانی کی ہمدردی سے معمور شخصیت تھے اسی کا عکس کامل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تھے —— اسلام لانے کے بعد جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا اثاثہ اور مال دین حق کی سربلندی اور غلبے کے لیے لگایا اور ان غلاموں کو جو دولت ایمان سے مشرف ہونے کے باعث اپنے آقاؤں کے ہاتھوں ظلم کی چکی میں پس رہے تھے‘ اپنی جیب خاص سے خرید کر آزاد کیا‘ اور غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنا پورا گھر کا اثاثہ سمیٹ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالا‘ کم و بیش یہی کیفیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بھی رہی ہے‘ اور انہوں نے نہایت ہی نامساعد حالات میں اپنے سرمائے سے دین کی خدمت کی ہے۔ اسی سخاوت کی وصف کے باعث ان کا دوسرا معزز لقب ’’غنی‘‘ بھی ہے۔

بئر رومہ کا وقف کرنا

ہجرت کے بعد جب مدینہ میں مسلمانوں کے لیے پانی کی قلت ہوئی اور مسلمانوں کی عورتیں بئر رومہ سے‘ جو ایک یہودی کی ملکیت تھا اور مدینہ سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھا‘ پانی بھرنے جاتی تھیں تو یہودی ان پر فقرے کستے تھے اور اس طرح مسلمانوں کی عزت مجروح ہوتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے میٹھے پانی کے اس کنویں کے مالک یہودی کو منہ مانگی بھاری قیمت ادا کر کے بئر رومہ خریدا اور اُسے مسلمانوں کے استفادہ کے لیے وقف کر دیا۔

غلاموں کو آزاد کرانا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو بالکل آغاز ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر ایمان لائے تھے‘ خود فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت ایمان کرنے کے بعد میری زندگی میں کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا جس میں‘ میں نے کسی نہ کسی غلام کو آزاد نہ کیا ہو۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہوا کہ میں کسی جمعہ کو غلام آزاد نہ کر

سکا تو اگلے جمعہ کو میں نے دو غلام آزاد کیے۔

حرمِ نبویؐ کی توسیع

مسجد نبوی کی توسیع کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ''کون ہے جو فلاں مویشی خانے کو مول لے اور ہماری مسجد کے لیے وقف کر دے تا کہ اللہ اُس کو بخش دے!'' تو حضرت عثمان غنی ؓ نے بیس یا پچیس ہزار دینار میں یہ قطعہ زمین خرید کر مسجد نبوی کے لیے وقف کر دیا۔

جیشِ عسرہ کے لیے ایثار

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان غنی ؓ کا جذبہ ُانفاق فی سبیل اللہ دیدنی تھا۔ یہ وہ موقع تھا کہ صدیق اکبر ؓ تو اس مقام بلند ترین تک پہنچے کہ کل اثاث البیت لا کر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا' گھر میں جھاڑو تک نہ چھوڑی اور جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''کچھ فکر عیال بھی چاہیے'' تو اس رفیق غار اور عشق ومحبت کے راز دار نے کہا کہ ؎

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق ؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس!

یہی وہ موقع تھا کہ جب فاروق اعظم ؓ کے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ وہ اس مرتبہ انفاق میں صدیق اکبر ؓ سے بازی لے جائیں گے' کیونکہ حسنِ اتفاق سے اس وقت' خود حضرت عمر فاروق ؓ کے بقول' ان کے پاس کافی مال تھا۔ انہوں نے اپنے تمام اثاثے کے دو مساوی حصے کیے' ایک حصہ اہل وعیال کے لیے چھوڑا اور دوسرا حصہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا' لیکن جب جناب صدیق اکبر ؓ کا یہ ایثار ان کے سامنے آیا کہ گھر میں جھاڑو پھیر کر سب کچھ خدمتِ اقدس میں لا ڈالا تو وہ بے اختیار پکار اُٹھے کہ صدیق اکبر ؓ سے آگے بڑھنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

مسجد نبویؐ میں نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور لوگوں کو بار بار ترغیب وتشویق دلا رہے ہیں کہ وہ اس غزوہ کے لیے زیادہ سے زیادہ انفاق کریں' آلاتِ حرب وضرب اور سامانِ رسد ونقل وحمل مہیا کریں یا اس کی فراہمی کے لیے نقد سرمایہ فراہم کریں۔ اس موقع پر حضرت عثمان غنی ؓ کھڑے ہوتے ہیں اور بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں کہ حضورؐ! میری طرف سے ایک سو اونٹ مع ساز وسامان حاضر ہیں۔ حضور ﷺ کو علم ہے کہ کتنی عظیم مہم درپیش ہے اور کتنا ساز وسامان درکار ہے' لہٰذا حضور ﷺ صحابہ کرام ؓ کو انفاق کی مزید ترغیب دیتے ہیں۔ حضرت عثمان ؓ پھر کھڑے ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ حضورؐ! میں دو سو اونٹ مع ساز وسامان پیش کرتا ہوں۔ حضور ﷺ لوگوں کو مزید ترغیب دیتے ہیں۔ حضرت عثمان ؓ تیسری بار پھر کھڑے ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ میں تین سو ساز وسامان سمیت فی سبیل اللہ نذر کرتا ہوں۔ یعنی اس مردِ غنیؓ کی طرف سے اس غزوہ کے لیے تین سو اونٹ مع ساز وسامان پیش کیے جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اس موقع پر حضور ﷺ منبر سے اترے اور دو مرتبہ فرمایا کہ اس کے بعد عثمانؓ کو کوئی بھی عمل (آخرت میں) نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''

حضرت عثمان غنی ؓ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی سند موجود ہے کہ ((اَشَدُّھُم حَیَاءً عُثْمَانُ)) اور ((اَکْثَرُھُم حَیَاءً عُثْمَانُ)) جو اکثر خطیب حضرات جمعہ کے خطبوں میں بیان کرتے ہیں۔ یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں حیا کے باب میں حضرت عثمان غنیؓ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور یہ متفق علیہ حدیث ہم نے ابھی پڑھی ہے کہ: ((اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِنَ الْاِیْمَانِ)) لہٰذا حضرت عثمان ؓ کے بارے میں جو یہ کہا جاتا ہے: ''کَامِلُ الْحَیَاءِ وَالْاِیْمَانِ'' تو وہ صد فیصد درست ہے' کیونکہ جو حیا میں کامل ہو گا وہ ایمان میں بھی کامل ہو گا۔

حضرت عثمان ؓ کی حیا کے بارے میں مسلم شریف میں ایک واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی زبانی بیان ہوا ہے' وہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے حجرے میں تشریف فرما تھے اور آپؐ ایک گدیلے پر بے تکلفی سے استراحت فرما رہے تھے۔

وہ روایت کرتی ہیں' اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکر ؓ تشریف لائے ہیں اور اذن باریابی کے خواہاں ہیں۔ حضور ﷺ کی اجازت سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ حجرے میں تشریف لائے اور حضورؐ جس حال میں استراحت فرما رہے تھے اسی طرح لیٹے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جو بات کرنی تھی کی اور واپس تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اطلاع ملی کہ عمر فاروق ؓ ملاقات کے لیے حاضر ہوئے ہیں اور اذن باریابی کے طالب ہیں۔ ان کو بھی اندر آنے کی اجازت مل گئی' وہ آئے اور حضور ﷺ اُسی طرح لیٹے رہے (حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے اپنے اوپر چادر ڈال کر ایک طرف پیٹھ پھیر لی)۔ وہ بھی اپنی بات کر کے رخصت ہو گئے —— تیسری مرتبہ اطلاع دی گئی کہ حضرت عثمان غنی ؓ بھی ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد حضور ﷺ بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست فرما لیے (تہبند سے ساق مبارک ڈھانک لی) اور ساتھ ہی مجھے (حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو) حکم دیا کہ اپنے کپڑے خوب اچھی طرح اپنے جسم پر لپیٹ لو (اور پورا جسم ڈھانپ کر دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاؤ۔ یہ اہتمام کرنے کے بعد) حضرت عثمان غنی ؓ کو اذن باریابی ملا۔ وہ بھی حجرۂ مبارک میں حاضر ہوئے اور جو بات کرنی تھی کر کے رخصت ہوئے۔

(حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان ؓ کے جانے کے بعد) میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ؓ کے آنے پر تو آپؐ نے کوئی خاص اہتمام نہیں فرمایا۔ یہ کیا خاص بات تھی کہ عثمان غنیؓ کے آنے پر آپؐ نے خود بھی کپڑوں کی درستگی کا خاص اہتمام فرمایا اور مجھے بھی ہدایت فرمائی کہ میں خوب اچھی طرح کپڑے لپیٹ لوں؟ جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! عثمان انتہائی حیادار شخص ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں اسی طرح بے تکلفی سے لیٹا رہا تو عثمانؓ اپنی فطری حیا اور حجاب کی وجہ سے وہ بات نہیں کر سکیں گے جس کے لیے وہ آئے تھے اور ویسے ہی واپس چلے جائیں گے''۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''عثمانؓ کی شخصیت تو وہ ہے کہ جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں' چنانچہ میں نے بھی ان سے حیا کی ہے۔''

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان ؓ شامل تھے۔ آپؓ کے ساتھ آپؓ کی زوجہ محترمہ' رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ ؓ بھی تھیں۔ آپؓ کی دوسری ہجرت مدینۃ النبی کی طرف ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی ؓ کو راہِ حق میں ہجرتین کی سعادت نصیب ہوئی۔

شہادتِ عثمان ؓ کا تاریخی پس منظر

اسلام کی تاریخ قربانیوں اور شہادتوں سے بھری پڑی ہے' لیکن واقعہ یہ ہے کہ ''شہید مظلوم'' حضرت عثمان غنی ؓ ہیں۔ اس سے قبل مسلمان کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے' انفرادی طور پر بھی اور میدانِ قتال میں بھی' جہاں

انہوں نے کفار کو قتل بھی کیا اور خود شہادت کے مرتبہ عالیہ سے سرفراز بھی ہوئے۔ لیکن حضرت عثمانؓ وہ پہلے مردِ صالح ہیں جو امامِ وقت‘ خلیفۂ راشد اور امیر المؤمنین ہوتے ہوئے خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آپؓ محبوبِ رسولِ خدا ہیں‘ اور محبوب بھی کیسے کہ جن کے حبالۂ نکاح میں یکے بعد دیگرے حضورﷺ کی دو صاحبزادیاں آئیں —— جن کے حسنِ سلوک سے نبی اکرمﷺ اتنے خوش تھے کہ یکے بعد دیگرے اپنی چالیس بیٹیاں آپؓ کے نکاح میں دینے کے لیے راضی تھے اور جن کے متعلق حضورﷺ نے یہ بشارت دی تھی: ’’(جنت میں) ہر نبی کے ساتھ اس کی امت سے ایک رفیق ہوگا اور عثمان (ؓ) میرے رفیق ہیں‘ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔‘‘ (ترمذی)

وہ بزرگ ہستی انتہائی مظلومیت کی حالت میں قتل ہوئی جو کاتبِ وحی تھی۔

آج ہم جس قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں وہ ’’مصحفِ عثمانی‘‘ کہلاتا ہے‘ جو اُمت تک بہ تمام وکمال صحت کے ساتھ حضرت عثمانؓ ہی کی بدولت منتقل ہوا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہؓ آرمینیا اور آذربائیجان کی فتح کے بعد (جو دورِ عثمانی میں ہوئی تھی) مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے حضرت عثمانؓ سے عراق وشام میں قراءتِ قرآن کے اندر مسلمانوں کے اختلاف کا ذکر بڑی تشویش کے ساتھ کیا اور کہا: ’’یا امیر المؤمنین! یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف ہونے سے پہلے اس کا تدارک کر لیجیے‘‘۔ حضرت عثمانؓ نے اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ سے صدیق اکبرؓ کے دور میں جمع کیا ہوا مصحف منگوا بھیجا اور آپؓ نے اس مصحف کو قریش کی زبان کے موافق لکھوایا‘ اس لیے کہ قریش کی زبان ہی میں قرآن حکیم نازل ہوا تھا‘ اور اس مصحف کی نقول تمام بلادِ اسلامیہ میں بھیج دیں۔

جنت کے بشارت یافتہ اُس امامِ وقت کا خون ناحق بہایا گیا جن سے احادیث کی معتبر کتابوں میں ایک سو چالیس حدیثیں مروی ہیں‘ جن میں وہ مشہور حدیث بھی ہے جو صحیح بخاری میں موجود ہے اور ہماری دعوت رجوع الی القرآن میں رہنما اصول کے طور پر شامل ہے کہ: ((خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ)) ’’تم میں بہترین وہ ہے جس نے خود قرآن سیکھا اور اسے دوسروں کو سکھایا‘‘۔ نبی اکرمﷺ نے خوشخبری دی ہے کہ جس مؤمن صالح نے چالیس حدیثیں یاد کر لیں تو وہ قیامت کے روز علماء کے زمرے میں اُٹھایا جائے گا‘ تو جن کو ایک سو چالیس احادیث نہ صرف یاد ہوں بلکہ انہوں نے آنحضورﷺ سے سن کر روایت کی ہوں‘ ان کے مرتبے اور مقامِ علوم کا کیا کہنا!

اُس عالی مقام بزرگ کو شہید کیا گیا جس سے خدا بھی راضی تھا اور رسول اللہﷺ بھی راضی تھے۔ چنانچہ مستدرک حاکم میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ’’ایک دن حضرت اُمّ کلثومؓ نے آنحضورﷺ سے دریافت کیا کہ میرا شوہر بہتر ہے یا فاطمہؓ کا؟ حضورﷺ نے کچھ دیر سکوت فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ’’تمہارا شوہر ان لوگوں میں سے ہے جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتے ہیں اور خدا اور رسولؐ ان کو دوست رکھتا ہے‘‘—— پھر حضورﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ’’میں تم سے اس سے بھی زیادہ بیان کرتا ہوں‘ وہ یہ کہ میں (معراج میں) جب جنت میں داخل ہوا اور عثمان کا مکان دیکھا تو اپنے صحابہ میں سے کسی کا ایسا نہیں دیکھا‘ ان کا مکان سب سے بلند تھا‘‘۔

شہادت سے قبل حضرت عثمانؓ تقریباً پچاس دن محاصرے کی حالت میں رہے اور اس دوران بلوائیوں نے پانی کا ایک مشکیزہ تک امامِ وقت کے گھر میں پہنچنے نہیں دیا۔ ان مفسدین کی شقاوتِ قلبی دیکھئے کہ اس شخص پر پانی بند کر دیا گیا جس نے اپنی جیبِ خاص سے بئرِ رومہ خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ دگرگوں حالات کے باعث اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس لوگوں کی وہ امانتیں لینے جانا چاہتی تھیں جو آپ کے پاس محفوظ تھیں اور اُمّ المؤمنینؓ نے پانی کا ایک مشکیزہ بھی ساتھ لے لیا‘ لیکن باغیوں نے نیزوں کے پھلوں سے مشکیزے میں چھید کر دیئے‘ اُمّ المؤمنینؓ کی شان میں گستاخی کی اور ان کو اندر نہیں جانے دیا۔ یہی واقعہ حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کے ساتھ پیش آیا۔ حضرت علیؓ نے اپنے ان دونوں صاحبزادوں کے ہاتھ حضرت عثمانؓ کو پانی کی ایک مشک بھیجی۔ ان کا خیال تھا کہ بلوائی کم از کم حسنینؓ کا تو لحاظ کریں گے‘ لیکن ظالموں نے ان کی بھی پروا نہیں کی اور مشک کو نیزوں سے چھید دیا۔

وقتِ آخر

اس کامل الحیاء والایمان کے اعطاء اور تقویٰ کی عین شہادت کے دن والی شان بھی دیکھئے۔ اس وقت آپؓ کے پاس بیس غلام تھے‘ ان سب کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ میرا تو آخری وقت آ گیا ہے۔ آپؓ نے ساری عمر کبھی شلوار نہیں پہنی تھی‘ لیکن جب معلوم ہو گیا کہ وقتِ آخر قریب ہے تو اس خیال سے کہ مبادا اس ہنگامے میں عریاں ہو جاؤں‘ شلوار منگائی اور پہنی۔ روایت میں الفاظ آئے ہیں: ’’وَشَدَّھَا‘‘ کہ اس کو خوب کس کر باندھا‘ تاکہ شہید ہونے کے بعد ستر نہ کھلنے پائے اور اس موقع پر رسول اللہﷺ کے فرمائے ہوئے الفاظ ’’وَاَکْثَرُھُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ‘‘ کو کہیں بٹہ نہ لگ جائے۔ شلوار پہنی اور پھر قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ خونِ عثمانؓ کا پہلا قطرہ سورۃ البقرۃ کے ان الفاظ پر گرا ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ﴾ (آیت:137) ’’ان کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لیے کافی ہے‘‘—— اس طرح وہ پیشینگوئی پوری ہوئی جس کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ: ’’میں نبی اکرمﷺ کے پاس بیٹھا تھا‘ اتنے میں عثمانؓ آ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: اے عثمان! تم سورۃ البقرۃ پڑھتے ہوئے شہید کیے جاؤ گے اور تمہارے خون کا قطرہ آیت فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ پر گرے گا۔ تم پر اہل مشرق ومغرب یورش کریں گے اور ربیعہ ومضر (دو قبیلے) کے لوگوں کے برابر تمہاری شفاعت قبول ہوگی اور تم قیامت میں بے کسوں کے سردار بنا کر اٹھائے جاؤ گے‘‘۔

شہادت کے دن عثمان صبح اٹھے تو کہا کہ: ’’میں نے آج رات نبی اکرمﷺ کو خواب میں دیکھا‘ آپؐ نے فرمایا: ’’اے عثمان آج تم روزہ میرے ساتھ افطار کرو‘‘—— چنانچہ عصر کی نماز کے بعد جمعہ کے دن روزے کی حالت میں حضرت عثمان شہید ہوئے‘ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ!

اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں نازل ہوں حضرت عثمان ذوالنورینؓ پر۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات OO

اب وقت آگیا ہے کہ مسلک اور فرقہ سے بالاتر ہو کر اُمت کی سطح پر سوچا جائے: رضاء الحق

ایران پر اسرائیلی حملے دراصل رجیم چینج منصوبے کا حصہ ہیں جن کا مقصد رضا شاہ پہلوی کے بیٹے کو تخت پر بٹھانا ہے: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

اُمت کو ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو اُمت کے اجتماعی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے لیڈ کر سکے: ڈاکٹر محمد عارف صدیقی

”ایران پر اسرائیلی حملے“

پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف تجزیہ نگاروں اور دانشوروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: امریکہ کی پشت پناہی میں اسرائیل نے ایران پر جو حالیہ حملہ کیا ہے، اس کا مقصد ایران کی جوہری صلاحیت کو سبوتاژ کرنا ہے یا پس پردہ کچھ اور مقاصد بھی ہیں؟

رضاء الحق: ہٹلر کا نائب، جنرل جوزف گوئبلز اس کے ڈیپارٹمنٹ آف پروپیگنڈا کا چیف بھی تھا، اس نے کہا تھا کہ جھوٹ اتنا زیادہ بولو کہ وہ سچ لگنے لگے اور یہ پھر صرف ہٹلر اور اس کی افواج نے ہی نہیں کیا بلکہ ان کے مخالف اتحادیوں نے بھی یہی کیا۔ امریکہ کا ڈیپارٹمنٹ آف انفارمیشن اُس وقت ڈیپارٹمنٹ آف پروپیگنڈا کہلاتا تھا۔ پروپیگنڈا کا مقصد جھوٹ کی بنیاد پر عوام کی ذہن سازی کرنا ہے اور آج کل پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر یہی کچھ ہو رہا ہے۔ بالخصوص سوشل میڈیا تو پروپیگنڈا ٹول بن چکا ہے۔ آج کل AI کی مدد سے جعلی ویڈیوز اور آڈیوز بھی بن رہی ہیں۔ امریکی صدر ٹرمپ تو جب سے حکومت میں آئے ہیں وہ دکھاتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔ ایران پر اسرائیلی حملہ سے قبل یہی کہا تھا کہ ہم ایران کے ساتھ مذاکرات کرنے جا رہے ہیں، گویا خود کو امن کا داعی ثابت کر رہے تھے لیکن پھر اچانک اسرائیل نے ایران پر حملہ کر دیا گیا۔ حالانکہ ایران نے انٹرنیشنل اٹامک انرجی کمیشن کو اپنے جوہری پلانٹس تک باقاعدہ رسائی دی ہوئی تھی اور وہ تحقیقات کے بعد بار بار یہ کہہ چکا تھا کہ ایران جوہری ہتھیار بنانے کی طرف نہیں جا رہا، امریکہ نے خود بھی چند دن پہلے اپنے اداروں کی رپورٹ شائع کی ہے کہ ایران جوہری ہتھیار بنانے سے بہت دور تھا۔ پھر تو ایران پر حملے کا جواز ہی نہیں تھا۔ پھر یہ کہ خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای کا باقاعدہ فتویٰ بھی موجود ہے، انہوں نے کہا تھا کہ جوہری ہتھیاروں کی وجہ سے عام لوگ ہلاک ہوتے ہیں، لہٰذا یہ غیر شرعی ہے اور ہم اس کا استعمال نہیں کریں گے۔ البتہ ایران صرف اپنے دفاع کے لیے جوہری سہولت حاصل کرنا چاہتا تھا تاکہ دشمن کو باز رکھا جا سکے۔ دوسرا یہ کہ وہ جوہری توانائی کو بجلی کی پیداوار کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ اسرائیل کے ایران پر حملہ کے پس پردہ مقاصد کچھ اور ہیں۔ غزہ، لبنان اور اُردن اسرائیل کے ہاتھ میں ہیں، اُردن کے شاہ عبداللہ کا حالیہ بیان تھا کہ ہم نے اسرائیل کی جانب جانے والے ایرانی میزائلوں کو روکا ہے۔ شاہ عبداللہ اور اس کے والد شاہ حسین غدار ابن غدار ہیں، ان کے دادا شریف مکہ کو ٹرانس اُردن کی بادشاہت اسی لیے سونپی گئی تھی کہ اس نے خلافت عثمانیہ کے خلاف برطانیہ کا ساتھ دیا تھا۔ عراق کو امریکہ اور

مرتب: محمد رفیق چودھری

برطانیہ پہلے ہی تباہ کر چکے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ایران کو بھی وہ زیر کر لیتے ہیں تو پاکستان اور اسرائیل کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ اسرائیل سے پاکستان کا فاصلہ تقریباً 3400 کلومیٹر کے قریب ہے۔ حامد میر نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے 5 ہزار کلومیٹر کی رینج کے میزائل بنانے کا منصوبہ پیش کیا تو پرویز مشرف بہت غصے ہوئے کہ تم اسرائیل کو ٹارگٹ کرنا چاہتے ہو؟ حالانکہ اسرائیل کے وزیراعظم کا چند سال قبل انٹرویو ایک انٹرنیشنل چینل پر کیا گیا جس میں اس سے سوال پوچھا گیا کہ اسرائیل کو کس ملک سے خطرہ ہے، اُس نے کہا کہ دو ایسے ملک ہیں جن سے ہمیں خطرہ ہے، ایک وہ ہے جو اسلامی لحاظ سے انتہا پسند ہے اور اٹیمی صلاحیت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے (یعنی ایران) اور دوسرا وہ ہے جس کے پاس اٹیمی ہتھیار ہیں (یعنی پاکستان) اور ہمیں خدشہ ہے کہ وہ اسلام پسندوں کے ہاتھ لگ سکتے ہیں۔

سوال: غزہ میں اسرائیل مظالم کی مکمل پشت پناہی امریکہ کر رہا ہے اور جب بھی جنگ بندی کی قرارداد پیش ہوتی ہے تو امریکہ اسے ویٹو کر دیتا ہے اور اب ایران پر اسرائیلی حملہ کے بعد پہلے تو امریکہ کہتا رہا ہے کہ ہمارا اس جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اب ٹرمپ کے بیانات سے لگ رہا ہے کہ وہ اس جنگ میں باقاعدہ شامل ہونا چاہتا ہے، امریکی بحری بیڑا 60 جنگی جہازوں اور 5 ہزار فوجیوں کے ہمراہ خلیج فارس میں پہنچ چکا ہے اور ٹرمپ دھمکی دے رہا ہے کہ تہران کو فی الفور خالی کر دیا جائے۔ آپ کے خیال میں کیا ہونے جا رہا ہے؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: یہ عالم اسلام کی خوش قسمتی ہے کہ امریکہ کا صدر ڈونلڈ ٹرمپ جیسا شخص ہے جو اپنے تکبر کی وجہ سے بعض اوقات وہ باتیں بھی کہہ جاتا ہے جو چھپانے والی ہوتی ہیں۔ یعنی وہ عالم اسلام کے خلاف بنائے گئے منصوبے ظاہر کر دیتا ہے۔ اب تک امریکہ اسرائیل کو ہر قسم کی مدد فراہم کرتا رہا ہے لیکن وہ براہ راست اس کی جنگ میں کودنے سے گریز کرتا رہا ہے کیونکہ ایران کی پراکسیز مشرق وسطیٰ میں ہر جگہ موجود ہیں۔ اگرچہ یہ کافی حد تک غیر فعال ہو چکی ہیں لیکن موجودہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے ان لوگوں کے دلوں میں بھی ایران سے ہمدردیاں پیدا ہو رہی ہیں جو ایرانی پراکسیز کے ظلم و ستم کی وجہ سے نفرت کرنے لگے تھے۔ اُمت مسلمہ کے دیگر ممالک بھی ایران کے حالیہ کردار کو دیکھتے ہوئے اس کے لیے نرم گوشہ محسوس کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہو سکتا ہے ایران کی جو پراکسیز غیر فعال ہو چکی تھیں ان کو اب مقامی لوگوں کی حمایت حاصل ہو جائے اور وہ دوبارہ فعال ہو جائیں۔ جہاں جہاں بھی امریکی اڈے موجود ہیں وہاں ایرانی پراکسیز اس کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور یہ

امریکہ کے لیے بہت بڑا دھچکا ہوگا کیونکہ اب تک امریکہ کے بارے میں یہی گمان کیا جارہا ہے اس کی طاقت کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اسرائیل کا یہی دعویٰ حماس نے خاک میں ملا دیا۔ اسی طرح امریکہ کا گھمنڈ بھی خاک میں مل سکتا ہے۔ لہٰذا امریکہ اور اسرائیل دونوں یہی چاہتے ہیں کہ امریکہ فرنٹ پر آنے کی بجائے قرب وجوار کی عرب ریاستوں کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرے تاکہ ہمیشہ کی طرح اس کی فیس سیونگ بھی رہے اور مقاصد بھی حاصل ہو جائیں۔ پھر یہ کہ اسرائیلی عوام بھی جنگ سے تنگ آچکے ہیں، وہ تب تک ہی جنگ کے حق میں رہتے ہیں جب ان کی جنگ کوئی اور لڑ رہا ہو لیکن خود اسرائیلیوں کو اگر جنگ لڑنی پڑ جائے تو وہ زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لیے اب ان کی کوشش ہوگی کہ مسلمانوں کو ہی مسلمانوں کے خلاف لڑایا جائے تاکہ نقصان بھی مسلمانوں کا ہو اور اسرائیل کا مقصد بھی حل ہو جائے۔ پھر یہ کہ روس، چین، پاکستان اور عراق مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کے دل ہیں۔ اگر امریکہ براہ راست جنگ میں ملوث ہوتا ہے تو چین برداشت نہیں کرے گا۔ چین کا حالیہ بیان ہے کہ دنیا امریکہ کے بغیر بھی آگے بڑھ سکتی ہے۔ اس سے پہلے چین نے ایسا سخت بیان نہیں دیا۔ اگر چین اور روس بھی مداخلت کرتے ہیں تو پھر امریکہ اور یورپ کے لیے کئی مسائل پیدا ہو جائیں گے کیونکہ تیل کی سب سے بڑے ذخائر ایران اور روس کے پاس ہیں۔ راہداری پاکستان کے پاس ہے۔ چین اس کا سب سے بڑا خریدار ہے۔ لہٰذا یہ ممکن نہیں ہے کہ چین اور روس اپنے مفادات سے پیچھے ہٹ جائیں۔ اس لیے چین نے پہلے سے ہی دفاعی اتحاد بنانے شروع کر دیے ہیں۔ چین اور روس نے متبادل کرنسی کا نظام بھی تشکیل دے لیا ہے۔ یہ ساری چیزیں بتا رہی ہیں کہ اب جنگیں اتنی آسان نہیں رہیں جیسی جنگیں امریکہ پہلے لڑ چکا ہے۔ لہٰذا اگر امریکہ جنگ میں کودتا ہے تو آ بیل مجھے مار والی بات ہوگی اور یہ پوری دنیا کو آگ میں دھکیلنے کے مترادف ہوگا۔

سوال: ایک رائے یہ ہے کہ ایران پر صیہونی جارحیت کا ایک مقصد رجیم چینج کے بعد ایران پر رضا شاہ پہلوی کے بیٹے کو مسلط کرنا ہے، کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: امریکہ اور مغرب کا خیال ہے کہ ایران میں لوگ انقلاب سے تنگ آ گئے ہیں اور وہ مغرب کی طرح کی آزادی اور معاشرت چاہتے ہیں۔ رضا شاہ کے بیٹے کی شادی بھی یہودی خاندان میں ہوئی ہے اور اس کو بھی شاید اسی مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ مغربی تہذیب کے تسلط کی یہ کوشش ناکام ہوگی کیونکہ ایران میں انقلاب کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سیکولر طبقہ بھی متحرک ہے اور شاید رجیم چینج کے اس منصوبے میں شامل ہے۔ اسی وجہ سے جنگ کے پہلے مرحلے میں بہت نقصان ہوا ہے کیونکہ اندر سے لوگوں نے ساتھ دیا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود رجیم چینج کرنا آسان نہیں ہوگا۔

سوال: اسرائیل نے ایرانی جنرل قاسم سلیمانی کو ٹارگٹ کیا، اسی طرح حماس کے سربراہ اسماعیل ہنیہ کو بھی ایران

> **34 مسلم ممالک کے فوجی اتحاد کے مقاصد میں اسرائیل کے خلاف لڑنا شامل ہی نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ 2015ء سے لے کر اب تک اس کے کسی اجلاس میں اسرائیل کے خلاف کوئی بات نہیں کی گئی۔**

میں شہید کیا گیا، پھر ایرانی صدر ہیلی کاپٹر حادثہ میں جاں بحق ہوئے اور اب اسرائیلی حملے میں ایران کی ساری فوجی قیادت پہلے مرحلے میں ہی ٹارگٹ کر دی گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایران کا سکیورٹی نظام اتنا مستحکم نہیں ہے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ایران پہلے اپنی اندرونی کمزوریوں پر قابو پا لے؟

رضاء الحق: ایران کو دو چیزوں سے زیادہ خطرہ ہے۔ ایک تو یہ کہ امریکہ بھی اسرائیل کے ساتھ مل کر ایران پر حملہ کرے تو ایران مقابلہ نہیں کر پائے گا۔ دوسرا یہ کہ اندرونی طور پر سیکولر طبقہ ایرانی انقلاب کو پسند نہیں کرتا۔ کچھ عرصہ قبل حجاب کے معاملے پر ایران میں بہت بڑے مظاہرے ہوئے تھے، ان کے پس پردہ مغربی ہاتھ تھا جو یونیورسٹیوں کے نیٹ ورک کے ذریعے پھیل رہا ہے۔ اطلاعات یہ بھی ہیں کہ امریکہ اور اسرائیل ایرانی رجیم کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں، اس مقصد کے لیے وہ رضا شاہ پہلوی کے بیٹے رضا شاہ کو اسرائیل میں مدعو کر کے مذاکرات بھی کر رہے ہیں۔ لہٰذا ایران کو سب سے پہلے اپنے اندرونی معاملات کو حل کرنا چاہیے۔ حالیہ ٹارگٹ کلنگ میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ گھروں کے اندر بم نصب کر کے یا فائرنگ کر کے بڑے عہدیداروں کو ٹارگٹ کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو بیرونی دشمنوں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ پاکستان میں بھی BLA جیسے گروہ موجود ہیں، غزہ میں بلیک واٹر جیسے گروہ سمگلرز کے ساتھ مل کر امداد کی تقسیم کی آڑ میں جاسوسی کرتے ہیں اور ان کی مخبری پر اسرائیلی فوجی حماس کے مجاہدین اور عام شہریوں کو ٹارگٹ کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو شناخت کر کے انہیں سزا دینا سب سے پہلا کام ہونا چاہیے۔ اس کے بعد جدید ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

سوال: کچھ عرصہ قبل سعودی عرب میں 34 مسلم ممالک کا ایک فوجی اتحاد بنا تھا جس کی سربراہی ہمارے جنرل راحیل شریف کر رہے ہیں۔ وہ اتحاد کہاں ہے؟ کس حال میں ہے اور کب تک اس قابل ہو جائے گا کہ وہ اسرائیل کی غنڈا گردی جو وہ کبھی غزہ میں کر رہا ہے، کبھی لبنان میں، کبھی شام اور اب ایران میں کر رہا ہے، اس کو روک سکے؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: یہ اتحاد موجود ہے اور جس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے وہ پورا کر رہا ہے۔ 2015ء میں جب یہ اتحاد بنا تھا تو اس وقت ایران نے اس میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایران کا موقف تھا کہ یہ سنی اتحاد ہے۔ ایران کو ڈر تھا کہ یہ اتحاد ایرانی پراکسیز پر حملہ کرے گا اور یہ ہوا بھی کہ یمن میں حوثی باغیوں پر اس فوج نے حملے کیے۔ اس فوجی اتحاد کے مقاصد میں اسرائیل کے خلاف لڑنا شامل ہی نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ 2015ء سے لے کر اب تک ان کے کسی اجلاس میں اسرائیل کے خلاف کوئی بات نہیں کی گئی۔ اسرائیل اس اتحاد سے بالکل محفوظ ہے گویا اسے حفاظتی حصار میں لیا ہوا ہو۔ عرب عوام کے سروے دیکھیں تو وہ بھی اس فوجی اتحاد کو مغربی مفادات کا محافظ سمجھتے ہیں۔ درحقیقت یہ اتحاد مشرق وسطیٰ کے مخصوص ممالک کے اقتصادی، عسکری اور سیاسی مفادات کے تحفظ کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس کا تعلق عالم اسلام کی بقا یا القدس کی حفاظت سے ہرگز نہیں ہے۔ البتہ اس وقت اس کو سنی اتحاد قرار دے کر اس میں شامل نہ ہونا ایران کی بہت بڑی غلطی تھی، وہ اس میں شامل ہو کر القدس کے لیے آواز اُٹھا سکتا تھا اور آج اپنی مدد کے لیے بھی کہہ سکتا تھا۔ اب ایران کو سمجھنا چاہیے کہ ہمیں امت بن کے سوچنا ہوگا۔

سوال: تہران اور تل ابیب کے درمیان فاصلہ تقریباً 2ہزار کلو میٹر ہے۔ عرب ممالک نے کہیں اسرائیلی میزائلوں کو روکنے کی کوشش کی اور نہ ہی فضائی حدود کی خلاف ورزی پر احتجاج کیا۔ دوسری طرف ٹرمپ نے واشگاف انداز میں کہا ہے کہ امریکہ اسرائیل کی اس جنگ میں مدد کرے گا۔ عرب ممالک کی مجرمانہ خاموشی کیا معنی رکھتی ہے؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: ایران اور اسرائیل کے درمیان کئی مسلم ممالک ہیں لیکن انہوں نے ایران کا ساتھ دینے کی بجائے اسرائیل کا ساتھ دیا۔ انہوں نے ایران کے میزائلوں کو روکا ہے لیکن اسرائیل کے میزائلوں کو نہیں روکا۔ شاید مسلم حکمران سمجھتے ہیں کہ وہ امریکہ اور اسرائیل کا ساتھ دے کر اپنا اقتدار بچا لیں گے۔ لیکن تاریخ کی صداقتیں اپنی جگہ موجود ہیں، یہ کبھی نہیں ہوا کہ آپ کفر کا ساتھ دیں اور جب کفار غلبہ پالیں تو وہ آپ کو شاباش دیں اور تحفظ دیں بلکہ تاریخ کی سچائی یہ ہے کہ پھر ان کا ساتھ دینے والوں کو بھی کچل دیا جاتا ہے۔ یہ ہمیشہ ہوتا چلا آیا ہے اور یہی ہوگا۔ گریٹر اسرائیل کے نقشے میں وہ تمام ممالک شامل ہیں جو اس وقت اسرائیل کا ساتھ دے رہے ہیں۔ کل اُن کی باری بھی آئے گی۔ اس لیے مسلمانوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ آج ٹرمپ کی قیادت میں عالم کفر الکفر ملۃ واحدہ کی شکل اختیار کر کے عالم اسلام پر یلغار کر رہی ہے، اگر اس کا راستہ ہم نے متحد ہو کر نہ روکا تو کوئی بھی بچ نہیں سکے اور نہ ہی کوئی آپ کی مدد کرے گا۔ اگر متحد ہوں گے تو پھر آپ مسجد اقصیٰ کو بھی بچا پائیں گے اور قبلہ اول کو بھی آزاد کروائیں گے۔ لیکن اگر آج متحد نہیں ہوں گے تو ایک ایک کر کے سارے نشانہ بنیں گے۔ اسرائیلی وزیر دفاع کا بیان آ چکا ہے کہ جہاں جہاں آمریتیں ہیں ہم سب کا خاتمہ کریں گے۔ گویا طبل جنگ تو بج چکا ہے مگر غافل حکمرانوں کو سنائی نہیں دے رہا۔

سوال: اس خبر میں کتنی سچائی ہے کہ پاکستان نے ایران کے ساتھ اپنا بارڈر بند کیا ہوا ہے کیونکہ بھارتی سپانسرڈ دہشت گرد (BLA وغیرہ) اسرائیل کے لیے ایران کی جاسوسی کر رہے ہیں؟

رضاء الحق: بالکل یہ بات تصدیق شدہ ہے۔ BLA کا ٹارگٹ شروع سے ہی پاکستانی فوج رہی ہے، اگرچہ سویلین کو بھی انہوں نے ٹارگٹ کیا ہے۔ ان کی فنڈنگ اور تربیت بھارت سے ہوتی ہے، اس سے قبل جب افغانستان میں کٹھ پتلی حکومت تھی تو اس وقت افغانستان میں بھارت کے 18 قونصل خانے تھے جہاں دہشت گردوں کو ٹریننگ دی جا رہی تھی۔ انڈیا اور اسرائیل کے مفادات سانجھے ہیں۔ یہ بات قرآن بھی بتا رہا ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ (المائدۃ: 82) ”تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔“

ایک گریٹر اسرائیل کا منصوبہ رکھتا ہے تو دوسرا اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھ رہا ہے۔ دونوں مسلمانوں کا قتل عام کر کے آبادی کا تناسب بدل رہے ہیں۔ اسرائیل یہودیوں کو لا کر فلسطین میں بسا رہا ہے اور بھارت کشمیر میں ہندوؤں کو بسا رہا ہے۔ دونوں کے خلاف دنیا میں نفرت بھی پھیل رہی ہے۔ حالیہ دنوں میں ایک اسرائیلی خاتون اسرائیل کا جھنڈا لے کر فرانس کے ایئرپورٹ پر پہنچی تو فرانسیسی عوام نے اسے روک لیا کہ تم لوگ نسل کشی کر رہے ہو، یہاں کیا کرنے آئی ہو؟ جہاں تک جاسوسی کا معاملہ ہے تو BLA جیسے گروہ جو بھارتی مفادات کے لیے کام کر رہے ہیں ان کو ختم کرنے کے لیے صرف فوجی آپریشن کافی نہیں ہے بلکہ عوام کے سامنے ان کو بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے۔ پاکستان کے عوام محب وطن ہیں، اسلام کے ساتھ بھی ان کی محبت ہے۔ اگر عوام کو اعتماد میں لے کر ایسے گروہوں کی شناخت کی جائے تو انہیں آسانی سے ختم کیا جا سکتا ہے۔

> ایک اسرائیلی خاتون اسرائیلی جھنڈا اُٹھائے فرانس کے ایئرپورٹ پر پہنچی تو فرانسیسی عوام نے اسے روک لیا کہ تم لوگ نسل کشی کر رہے ہو، یہاں کیا کرنے آئی ہو؟

سوال: عالم عرب کو صیہونی مظالم سے بچانے اور اسرائیل کے توسیع پسندانہ عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے مسلم ممالک کو کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: سب سے پہلے ہمیں اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ اسرائیل کی اصل طاقت کیا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ امریکی پشت پناہی، ٹیکنالوجی اور AI میں برتری، میزائل ڈیفنس سسٹم یا UNO میں ان کے افراد صہیونیوں کی اصل طاقت ہیں۔ جبکہ حقیقت میں اسرائیل کی اصل طاقت وہ مسلم حکمران ہیں جو اس کے مظالم کو دیکھتے ہوئے بھی خاموش ہیں۔ اس وقت اُمت کو اُمت بنانے والی کوئی چیز ہمارے پاس نہیں ہے۔ آپ نظام تعلیم کو ہی دیکھ لیں، تعلیم جو قلب ونظر کو بدلنے والی چیز ہے وہ بھی خالص اسلامی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ مدارس کی تعلیم بھی مسلکی ہے، دین کی بات کرنے والی نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارا میڈیا یا پورے کا پورا کس کا بیانیہ لے کر چل رہا ہے سب کو معلوم ہے۔ ہماری حکومتیں بھی مغربی بیانیہ اور مغربی پالیسیاں لے کر چلتی ہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے پُرامن اور جائز طریقے سے ہمیں اپنی حکومتوں کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ ایسی قیادت اس وقت امت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت ہے جو اُمت کے اجتماعی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے امت کو لیڈ کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں معاشی اور عسکری خود مختاری چاہیے۔ کئی مسلمان ممالک چاہتے ہوئے بھی کچھ بول نہیں پاتے کہ وہ IMF، ورلڈ بینک، امریکہ، برطانیہ کے غلام ہیں۔ کیونکہ انہیں ان سے قرضے، عسکری امداد اور ساز وسامان ملتا ہے، فاضل پرزہ جات چاہیے ہوتے ہیں۔ انہیں پتہ ہے کہ اس کے بغیر چل نہیں سکتے۔ ابھی تک کوئی ایسا اسلامی اتحاد موجود نہیں ہے جو اس فلسفے پر عمل کرے کہ اُمت مسلمہ جسد واحد کی مانند ہے، اس کے ایک حصہ میں اگر تکلیف ہو تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ ایک مسلم ملک پر حملہ ہوگا تو اسے پوری امت پر حملہ تصور کیا جائے گا۔ ہمیں ایسے اسلامی اتحاد کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے ہمیں عوامی بیداری کی مہم چلانی چاہیے، لوگوں کی قائدانہ تربیت کرنی چاہیے اور سب سے بڑھ کر جیسا کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی کافی عرصہ تک سودی نظام کے خلاف جدوجہد کرتے رہے، ہمیں مل کر سودی نظام کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرنا ہوگی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ لڑ رہے ہوں اور دوسری طرف کہیں کہ ہم اللہ کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں؟ اگر ان حقائق کو مدنظر رکھ کر آگے بڑھا جائے تو شاید ہم اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ سے حاصل کر سکیں۔

رضاء الحق: چاہے اسرائیل ہو یا امریکہ، دونوں مذہبی انداز میں اپنی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ یہ سیکولر جنگ نہیں ہے بلکہ یہ مذہب کی جنگ ہے۔ دجال نے بحیثیت شخصیت سیکولرازم کا لبادہ اوڑھ کر نہیں آنا، بلکہ وہ بھی خود کو مذہبی لبادے میں ظاہر کرے گا۔ جب اس کا خروج ہوگا تو وہ یہی کہے گا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ اس کے لیے جو نظام تیار کیا جا رہا ہے وہ بھی مذہبی بنیادوں پر تیار کیا جا رہا ہے۔ وہ تھرڈ ٹیمپل اسی لیے بنا رہے ہیں تا کہ وہاں مذہبی لحاظ سے قربانیاں پیش کر سکیں۔ اسرائیل کے پشت پناہ نیو کونز، پروٹسٹنٹ، ڈیموکریٹس اور ری پبلکنز سب کے سب مذہبی تناظر میں اسرائیل کو سپورٹ کر رہے ہیں، ٹرمپ کا داماد کشنر یہودیت کے لیے کام کر رہا ہے، بلنکن 7 اکتوبر 2023ء کے بعد جب اسرائیل گیا تو اس نے باقاعدہ کہا کہ میں سیکرٹری خارجہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک یہودی کی حیثیت سے آیا ہوں۔ لہٰذا صہیونی مذہبی

تناظر میں ہی یہ جنگ لڑ رہے ہیں جبکہ دوسری طرف مسلم حکمران وہن کی بیماری کا شکار ہیں جس بارے میں حدیث میں بتایا گیا ہے کہ وہ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت ہے۔ مسلمانوں کو بھی یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے اور اسی تناظر میں عوام کی ذہن سازی ہونی چاہیے۔ چاہے سکول، کالج، یونیورسٹیز ہوں یا دینی مدارس، ہر جگہ ایسی تعلیم دی جائے جس سے دینی تقاضے واضح ہوں۔ ترکی، پاکستان، ایران، افغانستان اور دیگر ممالک مل کر ایک اتحاد بنائیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ مسلک اور فرقہ سے بالاتر ہو کر امت کی سطح پر سوچا جائے۔ قرآن بھی ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠﴾ (آل عمران: 103) ''اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر اور تفرقے میں نہ پڑو۔''

اللہ کی رسی قرآن و سنت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی فرمایا تھا کہ میں تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر انہیں تھام لو گے تو گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں قرآن و سنت ہیں۔ یہ حکم صرف دینی طبقہ کے لیے نہیں ہے کہ بلکہ ہر شعبہ اور ہر ادارے کے مسلمانوں کے لیے ہے۔ قرآن و سنت کا نفاذ اپنی ذاتی زندگی سے لے کر ریاست کی سطح پر ہونا چاہیے۔ اسی طرح سودی نظام کو جب تک ہم ختم نہیں کریں گے تو ہم اپنی سیاست، معاشرت اور معیشت کو اسلامی رُخ پر نہیں لا سکتے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا تو پورا مشن ہی یہی تھا کہ دین کو بحیثیت مجموعی نافذ کیا جائے۔ یہ اکیلے بندے کا کام نہیں ہے لہٰذا اس کے لیے ایک جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہم یہ کام کریں گے تو اللہ کی مدد بھی آئے گی اور ہم باطل کے خلاف فتح پائیں گے ورنہ وہی حالت ہوگی جو آج ہماری ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

پروگرام کے شرکاء کا تعارف

1۔ رضاء الحق: مرکزی ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

2۔ ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: مشیر برائے سیاسی امور امیر جماعت اسلامی پاکستان

3۔ ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: معروف دانشور اور مصنف

میزبان: وسیم احمد: نائب ناظم مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیمِ مساوات

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہم تاریخ میں جنگ عظیم اول، دوئم کا تذکرہ پڑھتے رہے۔ یہی شکر کرتے تھے کہ ہم دنیا میں ذرا بعد ہی میں وارد ہوئے اور تباہ کاریاں دیکھنے سے بچ گئے۔ پھر بڑے بڑے اخلاقیات اور جنگوں کی حد بندی پر ادارے قائم ہو گئے۔ ہمیں بتایا گیا کہ دنیا اب نہایت مہذب، ترقی یافتہ، انسان دوست ہو گئی ہے۔ ہمارے تعلیمی نظام نے سبھی کچھ فلٹر کر کے پڑھایا۔ یوں کہ دنیا میں مسلمان ہی قتل و غارت گری کرتے رہے اور مغرب نہایت انسانیت نواز، کتے بلی، ڈولفن، بطخ کا مرنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ جنگ خلیج سے ہوتے ہوئے ہم نے اُن کا حقیقی چہرہ 2001ء کے بعد افغانستان تا غزہ بے شمار محاذوں پر دیکھ لیا۔

تاریخ میں وارد ہیروشیما، ناگاساکی کو ایک نظر دیکھ لیجیے۔ اندازاً ایک لاکھ 66 ہزار اموات ہیروشیما میں اور 80 ہزار ناگاساکی میں پہلے چند ماہ میں ہوئیں۔ آگ کے طوفان، دھماکوں کے نتیجے میں بے پناہ اموات محض چند دنوں اور ہفتوں میں ہوئیں۔ شہروں کے مناظر عین غزہ کے ملبے والے تھے۔ یا جو شام میں ہوا۔ جبکہ غزہ میں ایک لاکھ ٹن کے بم گرائے گئے، سات نیوکلیئر بموں کے برابر۔ جاپان نے مہینہ بھر کے اندر 2 ستمبر 1945ء کو ہتھیار ڈال دیے۔ آنے والی نسلوں تک زمین میں تابکاری اثرات، کینسر، معذوری، پیدائشی امراض بو دیے اس حملے نے۔ جاپان تو یوں بھی ہتھیار ڈالنے ہی والا تھا مگر امریکہ نے نو تیار شدہ ایٹم بم آزمانے کا یہ نادر موقع استعمال کرنے اور دنیا میں اپنی بڑائی کے جھنڈے گاڑنا لازم جانا! یہ بھی دیکھیے کہ دنیا میں اس قیامت پر ردعمل کیا رہا؟ تمام بڑے شہروں کی تصاویر کی قطار ہے جہاں یہ جشن منایا جا رہا ہے کہ جنگ ختم ہو گئی! نیو یارک میں جہازوں پر کھڑے گرد اگرد خوشی سے اچھلتے، کوپن ہیگن میں ڈھول پیٹتے، گلے ملتے، قہقہے لگاتے، پیرس، پرتگال، غرض ہر طرف یہی مناظر تھے۔ روس نے کہا: ہیروشیما نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ حالانکہ ہلا تو صرف جوزف سٹالن خود تھا کیونکہ روس خالی ہاتھ بلا نیوکلیئر بم کھڑا رہ گیا اور امریکہ سبقت لے گیا! یہ ہے عالمی جنگی اخلاقیات کا منظر! کل اور آج یکساں۔

ہم آج اسی سے گزر رہے ہیں۔ نائن الیون کے تین ہزار مردوزن (بچے، حاملہ عورتیں، ہسپتال، تعلیمی ادارے نہیں، معاشی قوت نشانہ بنی تھی) کے عوض مسلمان ممالک خطہ در خطہ بھسم کیے گئے! غزہ سے شروع ہو کر، شام پر اسرائیل کی چڑھائی، بھارت بہانہ ساز، پاکستان پر چڑھ دوڑا۔ چھوٹے سے جنگی معرکے سے حواس باختہ ہو کر پیچھے ہٹا۔ غزہ دوبارہ ہولناک خوراک، ضروریاتِ زندگی کی بندش میں آ گیا۔ دنیا اس اذیت پر از سر نو صف بندی کیے کھڑی تھی۔ 50 ممالک سے مصر تا رفح بارڈر دباؤ ڈالنے کی مہم، تیونس کی سرکردگی میں براستہ لیبیا رفح تک پہنچنے کو قطار اندر قطار بسیں، گاڑیاں تیار لیے روانہ! 'صمود'، قافلۂ استقامت بے شمار درد سے بلکتی تنظیموں کے، شمال مغربی افریقی مسلمان مدد کو لپکے۔

مگر امریکہ، اسرائیل کا پٹھو مصر ایسا کیوں کر ہونے دیتا۔ لیبیا میں حفتر بھی روکنے کی ذمہ داری پر فائز تھا۔ دنیا بھر سے اٹھنے، تڑپنے والے آئر لینڈ، برطانیہ، امریکہ، جنوبی افریقہ سے (نیلسن منڈیلا کا پوتا) سبھی نکل کھڑے ہوئے۔ قاہرہ ایئر پورٹ پر ان مہمانوں کی درگت مصری فوج اور لیبیا میں حفتر دستوں کے ذمے تھی! (فلوٹیلا سے اسرائیل پہلے نمٹ چکا تھا۔ 12 اہم بین الاقوامی کارکنان میں سے کچھ واپس بھیج دیے۔ باقی گرفتاری میں مزہ چکھانے کو روک لیے۔) باضمیری کا منظر یہ تھا کہ ایک مصری فوجی دنیا کے حساس قیمتی ترین دردمند گوروں کو مسلمانوں کی مدد پر پہنچنے کی پاداش میں اپنے ہم وطنوں (دیگر مصری فوجی) کے ہاتھوں پٹتا دیکھ کر گھٹنوں میں سر دیئے بے بسی سے رو رہا تھا! ادھر اہل غزہ کی مدد کو نہ پہنچ پانے کے غم میں برطانوی طبی کارکن نے انسانیت، اسلام، عربیت سبھی کے واسطے دے کر بے حس مصری مردہ ضمیروں کو جگانے کی کوشش کر دیکھی۔ 'میں نے فلسطین میں اپنی آنکھوں سے حاملہ ماؤں کو گولیاں کھا کر مرتے دیکھا ہے۔ میری گود میں غزہ کے بچوں نے دم توڑا ہے۔ تمہارے دل کہاں ہیں؟ بار بار پوچھتا ہے۔ خدارا

ہمیں یہ مارچ کرنے دو۔ ہم انسانیت کے لیے (اتنی دور سے آکر!) یہاں کھڑے ہیں اور تم؟ تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ (ہم مسلمان حب دنیا، کراہیۃ الموت، وہن کے مریض، ڈالر کے پجاری ہیں!) مظلوم اہل غزہ کی ہمدردی میں یہ گورا کڑیل جوان پھوٹ پھوٹ کر رو دیتا ہے!

ساتھ ہی نیتن یاہو ایران پر چڑھ دوڑا۔ جیٹ حملوں اور میزائلوں کی یلغار میں اہم ترین فوجی شخصیات، سینئر ایٹمی سائنس دانوں، چیف آف آرمی سٹاف، پاسداران انقلاب کے سربراہ سمیت ہلاک کر دیئے۔ ایران کی ایٹمی، دفاعی تنصیبات، گیس کے ذخائر، دیگر درجنوں مقامات کو نشانہ بنایا۔ ایرانی سپریم لیڈر کے اہم ترین مشیر اور معتمد علی شمخانی اور بغیری جو خمینائی کے بعد دوسری اہم ترین طاقتور شخصیت تھی، کو بھی نشانے پر رکھا۔ جگہ لینے والے محمد پاک پور نے کہا کہ ہم اسرائیل پر جہنم کے دروازے کھول دیں گے۔ یمن نے بھی میزائل داغے، ایران کے کئی میزائل آئرن ڈوم اور اردن کے شاہ عبد اللہ سے بچ کر جا لگے۔ سائرن، چیخیں، ہنگامہ وہی مناظر تل ابیب، یروشلم میں اسرائیل کے حصے آئے۔ ایران نے کہا: یہ جنگ انہوں نے چھیڑی ہے اب بچ کر نہیں جا سکتے۔ اسرائیل نے اپنے ہوائی جہاز یکے بعد دیگرے باہر ممالک میں تحفظ کے لیے اڑا دیئے ہیں۔ کئی سائپرس میں اترے ہیں۔ نیتن یاہو کا سرکاری جہاز بھی چلا گیا۔ ایتھنز میں دیکھا گیا۔ بن گوریان، سب سے بڑا ہوائی اڈہ خالی پڑا ہے۔ گلوبل اتحادیوں نے پروازیں روک دی ہیں۔ اسرائیلی ملک کے اندر باہر رکے ہوئے ہیں غیر یقینی حالات کی بنا پر! اسرائیل پر خوف و ہراس طاری ہے۔ سائرن کی آواز پر شیلٹر میں لپکتے۔ روتی چیختی عورتیں۔ ڈائپر پہنے دوڑ لگاتے چھپتے مرد۔ بزدلی کی بدبو کے بھبکے۔ اب شاید غزہ کی شیروں، شہبازوں جیسی بہادری واستقامت سمجھ آئے۔ یونہی تو بلجیم تک 'ہند رجب فاؤنڈیشن' اور کولمبیا میں اس بچی کے نام پر ہال نہیں بنائے گئے جو لاشوں سے بھری گاڑی میں تنہا مدد کے لیے پکارتی رہی۔ اور اسرائیلی سور ماؤں نے قہقہے لگاتے معصوم گڑیا کے سینے میں گولیاں اتاریں۔ اب چند میزائیلوں پر اسرائیل لرز اٹھا، متعفن ہو گیا ڈائپر پہن بیٹھا؟ اسرائیل کے عزائم امریکی شہ کی بنا پر حد درجہ شتر بے مہار ہو چکے ہیں۔ اسرائیل نے 'آپریشن رائزنگ لائن' جاری رکھنے اور مشرق وسطیٰ کی شکل بدل دینے کا اعلان کیا۔ ساتھ ٹرمپ کی ایران کو خطرناک دھمکیاں اور امریکہ کا اس جنگ میں باضابطہ شمولیت کی تیاریاں! ان سے کچھ بھی بعید نہیں، ہمیں بھی چوکس رہنا ناگزیر ہے۔ امریکہ، اسرائیل دونوں اپنے اندرونی خلفشار سے ڈھٹائی کی حد تک بے نیاز ہیں۔ نیتن یاہو باوجود تمام تر ملکی مخالفت کے جنگوں پر جنگیں مول لے رہا ہے تاکہ کرسی مضبوط رہے حالات کی نزاکت کی آڑ میں۔

ادھر ٹرمپ نے کئی دہائیوں کے بعد امریکی روایات سے ہٹ کر تیسری دنیا کے ممالک کی طرح (اپنی سالگرہ کے دن) شاہانہ انداز میں فوجی پریڈ کا اہتمام کیا۔ آتش بازی، ٹینک، ہوائی جہاز، فوجی قطار اندر قطار۔ ملک بھر میں 'بادشاہ منظور نہیں' کے نعرے بڑے شہروں میں لگے۔ احتجاج سے سڑکیں اڈ آئیں۔ امریکیوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ ایسی پیریڈیں ماسکو اور شمالی کوریا میں ہوتی رہیں، امریکہ میں نہیں۔ مواصلاتی ڈائریکٹر کا تبصرہ تھا۔ 'کوئی بادشاہ / بادشاہت نہیں، مکمل اور انتہائی ناکامی'۔ امیگریشن کے معاملے پر شدید مظاہرے جاری ہیں۔ معیشت کے لیے دھچکا۔ ایسے میں 45 ملین ڈالر کی سالانہ پیریڈ پر شدید تنقید ہے۔

پاکستان، ایران پر غیر معمولی حملے کے بعد اور مودی کے زخم اٹھانے کے تناظر میں بھرپور تیاری پر توجہ دے۔ امریکہ اور اسرائیل کسی کے سگے نہیں۔ جہاں لاکھوں میں نوجوان ملک وقوم کی خدمت یا اللہ رسول ﷺ کے فولورز ہوتے، غزہ پر روتے برطانوی، امریکیوں کو دیکھ کر، شرمسار ہو کر اپنا قبلہ درست کرتے۔ اس کے برعکس ثناء یوسف کے غم اور فولونگ میں مبتلا اب کسی نئی کی تلاش میں ہیں! دنیا بھر میں اہل غزہ کے فولورز اپنی ٹک ٹاکوں پر فلسطینیوں کے غم میں ادھ موئے ہوئے۔ اسی ہفتے دی ہیگ میں غزہ کی ناکہ بندی کے خلاف ہالینڈ کی تاریخ کا سب سے بڑا ڈیڑھ لاکھ کا مظاہرہ ہوا۔ یورپ کے دیگر بڑے شہروں میں بھی غزہ کے حق میں بھرپور مظاہرے ہوئے۔ قیامت خیز گرمی میں برطانیہ امریکہ کی ٹھنڈی، آسائشیں چھوڑ کر مظلوموں کی مدد کو ہزاروں میل کے سفر، تیونس، الجیریا، المغرب کے مسلمان اور ادھر ہر ملک سے گورے، مصر میں پولیس کے تشدد سہہ رہے ہیں؟ اور یہاں؟ شرمناک حادثات پر المناک ردِعمل قوم کے مستقبل کا آئینہ دار ہے! جوانوں کے مایوس کن رویوں کی بنا پر کیا کہیں!

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعثِ رسوائی پیغمبرؐ ہیں

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(28 مئی تا 18 جون 2025ء)

بدھ 28 مئی (مدینہ منورہ میں قیام): مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مسجدِ نبوی میں حاضری کے ساتھ ساتھ چند احباب سے ملاقاتیں بھی رہیں اور دعوتی و تنظیمی امور کے حوالے سے گفتگو بھی رہی۔

جمعۃ المبارک 30 مئی (مکہ مکرمہ روانگی): مکہ مکرمہ کے لیے روانگی ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں قیام، دورانِ قیام مناسکِ حج کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ، منیٰ، میدانِ عرفات، مزدلفہ میں مختلف مواقع پر احباب سے گفتگو کا موقع میسر آیا۔ دین کا جامع تصور، دینی ذمہ داریوں کے حوالے سے گفتگو رہی۔ اُمت مسلمہ کا درد فضاء میں محسوس ہوا۔ دعوتی اُمور کے حوالے سے بھی گفتگو رہی، دینی ذمہ داریوں کے حوالے سے تذکرہ رہا اور کئی احباب سے ملاقات کا بھی اہتمام رہا۔

جمعرات 12 جون: مرکزی اسرہ کے آن لائن اجلاس کی صدارت کی۔

مکہ مکرمہ میں قیام: ایامِ حج کے بعد مکہ مکرمہ میں احباب سے ملاقاتیں رہیں اور حجاج کرام سے ''حج کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟'' کے موضوع پر خطابات کئے۔

اتوار 15 جون: سفرِ حج سے کراچی واپسی ہوئی۔

پیر 16 جون: ناظم دعوت حلقہ کراچی جنوبی، جناب عامر خان کے والد کے انتقال پر تعزیت کے لیے اہلِ خانہ کے ساتھ ان کے گھر جانا ہوا۔

بدھ 18 جون: رات کو کراچی سے لاہور آمد ہوئی۔

نائب امیر سے مستقل آن لائن رابطہ رہا۔

ایران اہم ہے لیکن اسلام اہم تر ہے

خالد نجیب خان

13 جون 2025ء کی صبح خلافِ معمول جمعہ مبارک کے پیغامات تقریباً نہ ہونے کے برابر موصول ہوئے تو ماتھا ٹھنکا کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟

دن چڑھے جب خبریں سنیں تو معلوم ہوا کہ اسرائیل نے ایک مرتبہ پھر وہ کر دیا جس کا اُس نے کہا تھا۔ جو کچھ بھی گزری رات میں ہوا، اس کا تو اسرائیل نے صرف ایک دن پہلے ہی کہا تھا، جبکہ ہمارا خیال تھا کہ بھارت کی طرح یہ بھی چند ہفتے تو لے گا ہی جبکہ ایران تو گزشتہ کئی دنوں سے کہہ رہا تھا کہ اسرائیل نے اگر ایران کی طرف میلی نگاہ سے دیکھا تو وہ اُس کو ملیا میٹ کر دے گا۔ ایران کے ایسے بیانات سے دنیا بھر کے مسلمان مطمئن تھے کہ اسرائیل ایران کی طرف نہیں دیکھے گا بلکہ بعض مسلمان تو یہ بھی سوچ رہے تھے کہ اسرائیل نے اگر ایران کی طرف قدم بڑھایا تو پاکستان اپنے ایٹم بم کے ساتھ اُس کے دفاع کے لیے موقع پر پہنچ جائے گا۔ بہرحال سادہ لوح مسلم اُمّہ کو یہ تو معلوم ہی نہیں ہوا کہ ایران کو اسرائیل سے زیادہ ایران میں موجود اسرائیلی جاسوسوں نے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ ایران کو جس قدر نقصان پہنچا ہے یقیناً اس کا ادراک ایران کو بھی نہیں تھا اور اگر تھا تو اُن کے پاس متبادل پلان نہیں تھا۔ بہرحال ایک مسلم ملک میں معصوم شہریوں کو براہِ راست ٹارگٹ کر کے انتہا پسند صہیونیوں کے سوا تو کسی کو خوشی نہیں ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ ایران اور اسرائیل کے درمیان باضابطہ سفارتی تعلقات ایک عرصے سے نہیں ہیں، بلکہ 1979ء میں ایرانی انقلاب کے بعد سے تو خراب سے خراب تر ہو گئے اور 1991ء میں خلیجی جنگ کے خاتمے کے بعد تو کھلم کھلا دشمنی کا مظاہرہ شروع ہو گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انقلاب کے بعد کا ایران اسرائیل کی قانونی حیثیت کو بطور ریاست تسلیم ہی نہیں کرتا اور فلسطین کو تاریخی فلسطینی علاقوں کی واحد قانونی حکومت کے طور پر دیکھتا ہے جبکہ دوسری طرف اسرائیل ایران کو مشرقِ وسطیٰ کے استحکام کے لیے خطرہ سمجھتا ہے اور اُس نے وقتاً فوقتاً مختلف فضائی حملوں میں ایرانی اثاثوں کو نشانہ بنایا ہے۔

ایران میں یہودی تاریخ کا آغاز بائبل کے آخری دور سے ہوتا ہے۔ یسعیاہ، ڈینیل، عزرا، نحمیاہ، کرانیکلز اور ایستھر کی بائبل کی کتابیں فارس میں یہودیوں کی زندگی اور تجربات کے حوالے پر مشتمل ہیں۔ عزرا کی کتاب میں، فارس کے بادشاہ سائرس عظیم کو یہودیوں کو یروشلم واپس آنے اور اپنے ہیکل کو دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت دینے اور قابل بنانے کا سہرا دیا گیا ہے۔ اس کی تعمیر نو "سائرس، دارا، اور فارس کے بادشاہ ارتخششتا کے فرمان کے مطابق" کی گئی تھی، اس وقت تک فارس میں ایک اچھی طرح سے قائم اور بااثر یہودی کمیونٹی موجود تھی۔ فارسی یہودی آج کے ایرانی علاقوں میں 2700 سال سے زیادہ عرصے سے مقیم ہیں۔

1947ء میں ایران اُن 13 ممالک میں شامل تھا، جنہوں نے اقوام متحدہ میں فلسطین کی تقسیم کے منصوبے کے خلاف ووٹ دیا تھا پھر دو سال بعد اقوام متحدہ میں اسرائیل کے داخلے کے خلاف ووٹ دیا۔ تاہم، ترکی کے بعد یہ دوسرا مسلم اکثریتی ملک تھا جس نے اسرائیل کو ایک خودمختار ریاست کے طور پر تسلیم کر لیا تھا۔ ایرانی انقلاب جس میں مغرب نواز بادشاہ محمد رضا شاہ پہلوی کو معزول کر کے اسلامی جمہوریہ ایران وجود میں آیا تو ایران نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کر لیے۔ ایرانی انقلاب اور 1979ء میں پہلوی خاندان کے زوال کے بعد، ایران نے شدید اسرائیل مخالف موقف اپنایا۔ ایران نے اسرائیل کے ساتھ تمام سرکاری تعلقات منقطع کر دیئے، ایران نے اسرائیلی پاسپورٹ قبول کرنا بند کر دیا، اور ایرانی پاسپورٹ رکھنے والوں پر مقبوضہ فلسطین کا سفر کرنے پر پابندی لگا دی۔ تہران میں اسرائیلی سفارت خانے کو بند کر کے PLO کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ آیت اللہ خمینی نے امریکہ کو "عظیم شیطان" جبکہ اسرائیل کو "اسلام کا دشمن" اور "چھوٹا شیطان" جبکہ سوویت یونین کو "کم شیطان" قرار دیا۔ اس سب کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ 88-1980ء کے دوران ایران عراق جنگ کے دوران کئی قسم کی سٹریٹیجک ضروریات نے خمینی حکومت کو اسرائیل کے ساتھ خفیہ تعلقات برقرار رکھنے پر مجبور کیے رکھا۔ اسرائیل نے 1981ء میں اپنے آپریشن سیشیل میں اسرائیل ملٹری انڈسٹریز، اسرائیل ایئر کرافٹ انڈسٹریز اور اسرائیل ڈیفنس فورسز کے ذخیرے سے ایران کو 75 ملین امریکی ڈالر مالیت کا اسلحہ فروخت کیا۔ جن میں ٹینک شکن توپیں اور اُن کے گولے، ہوائی جہاز کے انجن کے اسپیئر پارٹس اور TOW میزائل شامل تھے۔

1990ء کی دہائی کے اوائل میں سوویت یونین کے خاتمے اور خلیجی جنگ میں عراق کی شکست کے فوراً بعد اسرائیلی وزیر اعظم نے ایران پر زیادہ جارحانہ رویہ اپنایا اور ایرانی صدر محمود احمدی نژاد نے اسرائیل کے خلاف خاصے اشتعال انگیز بیانات بھی دیئے، پھر 1992ء میں بیونس آئرس میں اسرائیلی سفارت خانے پر بمباری کا الزام اسرائیل نے ایران پر عائد کیا، اس کے علاوہ ایران کی طرف سے حزب اللہ، فلسطینی اسلامی جہاد، حماس، اور حوثیوں جیسے گروپوں کی فنڈنگ اور ایرانی جوہری پروگرام کے حوالے سے بھی ایران پر فردِ جرم عائد رہی جس سے معاملات خراب سے خراب تر ہوتے چلے گئے۔

1997ء میں منتخب ہونے والے اصلاح پسند ایرانی صدر محمد خاتمی کے دور میں خیال تھا کہ ایران اسرائیل تعلقات بہتر ہوں گے مگر صدر خاتمی نے بھی اسرائیل کو ایک "غیر قانونی ریاست" اور ایک "طفیلی" قرار دیا، اس کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ 1999ء میں یہودی "ایران میں محفوظ" ہوں گے اور تمام مذہبی اقلیتوں کو تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ دسمبر 2000ء میں، آیت اللہ علی خامنہ ای نے اسرائیل کو ایک "کینسر کی رسولی" قرار دیا، جسے خطے سے ہٹا دیا جانا چاہیے۔ 2003ء میں ایران نے اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے اُس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی مگر اس امن تجویز کو امریکہ نے قبول نہیں کیا۔ جنوری 2004ء میں خاتمی نے ایک اسرائیلی رپورٹر سے بات کی، جس نے اُن سے پوچھا کہ ایران کن بنیادوں پر اسرائیل کو تسلیم کرے گا۔ یہ پہلا موقع تھا جب کسی ایرانی صدر نے کسی اسرائیلی کے ساتھ عوامی سطح پر بات کی تھی۔ 2005ء میں اُنہوں نے اِس بات پر زور دیا کہ "فلسطین فلسطینیوں کا ہے اور

فلسطین کی تقدیر کا تعین بھی فلسطینی عوام کو کرنا چاہیے۔''

2005ء میں خامنہ ای نے صدر احمدی نژاد سے منسوب ایک تبصرے کہ ''اسرائیل کو نقشے سے مٹا دینا چاہیے'' بین الاقوامی ہنگامہ آرائی کے بعد ایران کی پوزیشن واضح کرتے ہوئے کہا کہ ''اسلامی جمہوریہ ایران نے کبھی کسی ملک کو دھمکی نہیں دی اور نہ ہی کبھی دھمکی دے گا۔ 2006ء کی لبنان جنگ کے دوران، خیال کیا جاتا تھا کہ ایرانی پاسداران انقلاب (IRGC) نے اسرائیل پر حملوں میں حزب اللہ کے جنگجوؤں کی براہ راست مدد کی تھی۔''

2010ء میں ایرانی جوہری سائنسدانوں کو نشانہ بنانے کے لیے قتل وغارت کی ایک لہر شروع ہوئی۔ بڑے پیمانے پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ قتل اسرائیل کی انٹیلی جنس سروس موساد کا کام ہے۔ ایران اور عالمی میڈیا ذرائع کے مطابق سائنسدانوں کو قتل کرنے کے لیے جو طریقے استعمال کیے گئے وہ اس کی یاد تازہ کر رہے ہیں جس طرح موساد نے پہلے اہداف کو نشانہ بنایا تھا۔ یہ قتل ایران کے جوہری پروگرام کو روکنے کی کوشش کے طور پر، یا اس بات کو یقینی بنانے کے لیے تھے کہ ایرانی جوہری تنصیبات پر حملے کے بعد وہ بحال نہ ہو سکے۔

پہلے حملے میں، 12 جنوری 2010ء کو ذرہ طبیعیات کے ماہر مسعود علی محمدی اُس وقت مارے گئے جب ان کی کار کے قریب کھڑی ایک موٹر سائیکل دھماکے سے پھٹ گئی۔ جون 2010ء میں، Stuxnet، نامی کمپیوٹر کا وائرس دریافت ہوا جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ اُسے امریکہ اور اسرائیل نے ایران کی جوہری تنصیبات پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔ انسٹی ٹیوٹ فار سائنس اینڈ انٹرنیشنل سیکیورٹی کی طرف سے کی گئی ایک تحقیق میں یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ Stuxnet نے نتنز افزودگی پلانٹ میں تمام نصب شدہ سینٹری فیوجز کے 10% یعنی 1000 کو نقصان پہنچایا۔ ایران کا دعویٰ ہے کہ اُس کے مخالفین اُس کے جوہری پروگرام کو سبوتاژ کرنے کے لیے باقاعدگی سے ناقص آلات کی فروخت اور کمپیوٹر وائرس کے ذریعے حملے کرتے ہیں۔

اسرائیلی خفیہ کارروائیوں کے جواب میں، ایرانی ایجنٹوں نے مبینہ طور پر اسرائیلی اور یہودی اہداف کو نشانہ بنانے کی کوشش شروع کر دی۔ اس کے بعد ممکنہ اہداف کو ہائی الرٹ پر رکھا گیا۔ 11 اکتوبر 2011ء کو، امریکہ نے ایک مبینہ ایرانی سازش کو ناکام بنانے کا دعویٰ کیا جس میں واشنگٹن ڈی سی اور بیونس آئرس میں اسرائیلی اور سعودی سفارت خانوں پر بمباری شامل تھی۔

فروری 2012ء کے اواخر میں، Stratfor ای میل لیک میں یہ دعویٰ بھی شامل تھا کہ اسرائیلی کمانڈوز نے کرد جنگجوؤں کے ساتھ مل کر، جوہری اور دفاعی تحقیقی منصوبوں کے لیے استعمال ہونے والی کئی زیر زمین ایرانی تنصیبات کو تباہ کر دیا۔

2013ء تا 2021ء کے دوران جبکہ شام میں خانہ جنگی ہو رہی تھی اسرائیلی فوج مبینہ طور پر اپنے آپ کو ممکنہ خطرات کے لیے تیار کر رہی تھی اور شام میں طاقت کا خلا پیدا ہونے کی منتظر تھی۔ ایک اسرائیلی اہلکار نے جنوری 2014ء کو دی ایسوسی ایٹڈ پریس کو بتایا کہ ''اسد کے بعد اور شام میں اپنے قدم جمانے یا مضبوط کرنے کے بعد وہ حرکت میں آ جائیں گے اور اسرائیل پر حملہ کر دیں گے۔''

6 مئی 2014ء کو اطلاع ملی تھی کہ ایرانی شہر قزوین کو ایک دھماکے نے ہلا کر رکھ دیا جبکہ لاس اینجلس ٹائمز نے اطلاع دی تھی کہ یہ شہر خفیہ جوہری تنصیب کا گھر ہو سکتا ہے۔ ایرانی سرکاری میڈیا کے مطابق 24 اگست 2014ء کو آئی آر جی سی نے نتنز ایندھن کی افزودگی کے پلانٹ کے قریب ایک اسرائیلی ڈرون مار گرایا تھا جبکہ اسرائیلی فوج نے اس خبر پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

مئی 2022ء میں، کرنل صیاد خدائی کو تہران میں ان کے گھر کے باہر موٹر سائیکلوں پر سوار دو مسلح افراد نے قتل کر دیا۔ ایران نے اس کا الزام اسرائیل پر عائد کیا۔ اسرائیلی وزیر اعظم کے ترجمان نے 'قتل پر تبصرہ' کرنے سے انکار کر دیا تھا جبکہ اسرائیل کے ایک انٹیلی جنس اہلکار نے NYT کو اطلاع دی تھی کہ اس قتل کا ذمہ دار اسرائیل ہے۔ پھر NYT نے اسرائیل پر دو ایرانی سائنسدانوں ایوب انتیز اری اور کامران آغا مولائی کو ''اُن کے کھانے میں زہر ملا کر'' قتل کرنے کا الزام لگایا۔

5 اگست 2024ء کو ایرانی وزیر خارجہ علی باقری نے اسرائیل میں اپنے ہم منصب اسرائیل کاٹز کو ہنگری کے وزیر خارجہ کی وساطت سے فلسطینی اتھارٹی کے مذاکرات کار اسماعیل ہنیہ کے قتل کا بدلہ لینے کے ارادے سے آگاہ کیا۔ یکم اکتوبر 2024ء کو ایران نے ہانیہ، حسن نصر اللہ اور عباس نیلفروشان کے قتل کے بدلے میں اسرائیل پر تقریباً 180 بیلسٹک میزائل داغے۔ 27 اکتوبر کو، اسرائیل نے اصفہان کے ایرانی علاقے میں میزائل ڈیفنس سسٹم پر حملے کے ذریعے اس حملے کا جواب دیا۔

13 جون 2025ء کو اسرائیل نے ایرانی جوہری اور فوجی اہداف پر حملے کیے تو یوں لگا کہ جیسے ایران ختم ہو گیا ہے اور اسرائیل پاکستان کی سرحد پر پہنچ چکا ہے۔ مگر ذرا دم لینے کے بعد جب ایران نے اسرائیل پر جوابی حملہ کیا تو پورے کا پورا اسرائیل دم بخود رہ گیا۔ اسرائیل کے عوام کو وہ تمام مناظر لائیو دیکھنے کو ملے جو چند روز پہلے تک صرف غزہ کے لوگوں کو ہی ہر روز دن میں کئی مرتبہ دیکھنے کو ملتے تھے۔ پھر پاکستان، ترکی اور سعودی عرب سمیت تقریباً 16 مسلم ممالک ایران کے پیچھے کھڑے ہو گئے جس سے اسرائیل کو احساس ہوا کہ یہ جنگ چھیڑنا اُس کے لئے اچھا نہیں تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل نے اپنی دانست میں ایران کا ایٹمی پروگرام اور ٹاپ لیڈر شپ کو تو ختم کر دیا ہے مگر ایران کی طرف سے اسرائیل پر نیوکلیر حملے کا خطرہ بدستور موجود ہے۔ دوسری طرف امریکہ اسرائیل کی مدد کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے، اس نے اپنے 30 طیارے یورپ میں شمالی اٹلی ہیلجیئم، جرمنی، اسکاٹ لینڈ، اسپین اور یونان کے ایئر بیسز پر تعینات کر دیئے ہیں جو بظاہر تو ایران کے خلاف استعمال ہوتے ہوئے دکھائی نہیں دیتے مگر یہاں صدر ٹرمپ کی فطرت کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ وہ جو نہیں کہتے، کرتے ہیں اور جو کہتے ہیں، اس کے برعکس کرتے ہیں۔ امریکہ کی جنگ بندی اور مذاکرات کے لئے دعوت کو بھی اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہئے اور یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیے کہ اسرائیل نے ایران میں جو اہداف مقرر کر رکھے ہیں اُن کے حصول تک امریکہ جنگ بندی کے نعرے لگانے سے زیادہ کچھ نہیں کرے گا اور اہداف مکمل ہوتے ہی ایران اور اسرائیل کو مذاکرات کی میز پر لانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوتا ہے تو یقین کیجئے دنیا اسرائیل کو پاکستان کی عین سرحد پر کھڑا ہوا دیکھے گی اور یہ منظر امریکہ، بھارت اور اسرائیل کے سوا کسی بھی ملک کے لئے قابل قبول نہیں ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ جنگ زدہ خطے میں کئی مسلم ملک ابھی بھی اسرائیل کے مددگار کا کام کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ ممالک ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ اس سوال کا جواب تو یقیناً اُن کے پاس ہوگا مگر حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کے لئے ایران زیادہ اہم ہو یا نہ ہو مگر اسلام کی اہمیت مسلم ہونی چاہیے اور اب مسلم ممالک کو اسلام کی خاطر یہود کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جانا چاہیے۔ ❁❁❁

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن فہمی: ایک فکری اور روحانی تحریک

علامہ عبدالستار عاصم

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ بیسویں صدی کے اُن عظیم مفکرین اور مفسرین میں شامل ہیں جنہوں نے اُمت مسلمہ کو قرآن مجید کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ ان کی پوری زندگی قرآن کے فہم، تدبر اور عملی نفاذ کے لیے وقف رہی۔ انہوں نے نہ صرف خود قرآن کو سمجھنے کی سعی کی بلکہ اسے عام لوگوں تک سادہ انداز میں پہنچانے کی بھی بھرپور کوشش کی۔ اُن کا پیغام ایک طرف علم وشعور پر مبنی تھا، تو دوسری جانب روحانیت اور اخلاص پر بھی قائم تھا۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک میڈیکل ڈاکٹر کے طور پر کیا، مگر ان کا دل دینی علوم کی طرف مائل تھا۔ علامہ اقبالؒ اور مولانا مودودیؒ کے افکار سے متاثر ہو کر وہ دین کی گہرائی میں اُترے اور پھر اپنی تمام تر توجہ قرآن مجید کے فہم و تدبر پر مرکوز کر دی۔ 1975ء میں انہوں نے ''تنظیم اسلامی'' کی بنیاد رکھی، جس کا مرکزی مقصد قرآن حکیم کی تعلیمات کو عوام الناس میں پھیلانا تھا۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے قرآن فہمی کے حوالے سے جو طریق اپنایا، وہ نہ صرف روایتی تھا بلکہ اس میں عقلی استدلال، روحانی اثر اور عملی پہلو تینوں یکجا تھے۔ ان کے نزدیک قرآن صرف تلاوت کی کتاب نہیں بلکہ زندگی کے ہر پہلو کی رہنمائی کرنے والی جامع کتاب ہے۔ ان کی تفسیر کا انداز تجزیاتی، موضوعاتی اور سادہ زبان میں تھا تاکہ عام فرد بھی قرآن کے پیغام کو سمجھ سکے۔

ان کا یہ ماننا تھا کہ امت مسلمہ کی زوال پذیری کی بنیادی وجہ قرآن سے دوری ہے۔ انہوں نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ اگر مسلمان قرآن کو صرف تبرکاً نہ پڑھیں بلکہ سمجھ کر اور عمل کی نیت سے پڑھیں تو حالات بدل سکتے ہیں۔ ان کا یہ مشہور جملہ بہت معروف ہے:

''قرآن ہمارے گھروں میں تو ہے مگر ہماری زندگیوں میں نہیں!''

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے سب سے مؤثر ذرائع میں سے ایک اُن کے ہفتہ وار درسِ قرآن تھے جو ٹی وی، آڈیو کیسٹس، اور بعد ازاں یوٹیوب جیسے پلیٹ فارمز پر وسیع پیمانے پر دستیاب ہوئے۔ ان کے خطابات میں نہ صرف آیات کی تفسیر شامل ہوتی بلکہ ان کا عملی زندگی سے تعلق بھی واضح کیا جاتا۔ ان کا یہ درس نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک بھی لوگوں کی دینی بیداری کا ذریعہ بنا۔

ڈاکٹر صاحب نے ''قرآنی انقلاب'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے کہا کہ جب تک مسلمانوں کی زندگیوں میں قرآن کا مکمل اور شعوری نفاذ نہیں ہوگا، اس وقت تک کسی قسم کی سیاسی، معاشی یا سماجی اصلاح ممکن نہیں۔ ان کے نزدیک قرآن نہ صرف روح کی غذا ہے بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے جس پر عمل کیے بغیر دنیا و آخرت کی فلاح ممکن نہیں۔

تنظیم اسلامی کی بنیاد قرآن کے فہم اور اس کے عملی نفاذ پر رکھی گئی۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس تنظیم کو ایک ایسی دعوتی تحریک کے طور پر پیش کیا جو لوگوں کو 'ایمان، علم اور عمل' کی طرف بلاتی ہے۔ ان کے مطابق محض عبادات سے دین مکمل نہیں ہوتا، جب تک کہ قرآن کی تعلیمات کو انفرادی، اجتماعی اور حکومتی سطح پر نافذ نہ کیا جائے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا انداز علمی ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی بھی تھا۔ وہ قرآن کو محض ایک علمی کتاب نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے دل کی غذا اور روح کی روشنی مانتے تھے۔ وہ اکثر کہتے کہ اگر دل میں خشوع وخضوع ہو تو قرآن انسان کی زندگی بدل دیتا ہے۔ ان کے خطابات میں ذکر، خشیت الٰہی، اور اللہ کے ساتھ تعلق کی گہرائی نمایاں تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے خاص طور پر نوجوانوں کو قرآن کی طرف رجوع کی دعوت دی۔ ان کے خطاب کا ایک مستقل موضوع نوجوان نسل کو دین کی اصل روح سے جوڑنا تھا تاکہ وہ مغربی مادیت پرستی سے نکل کر قرآن کے نور سے اپنی راہ متعین کریں۔ وہ جدید تعلیم یافتہ طبقے کو قرآن کی سچائیوں سے روشناس کرانے کے لیے سادہ زبان اور دلائل سے بھرپور انداز اختیار کرتے تھے۔

انہوں نے اپنی زندگی میں ''بیان القرآن'' کے نام سے مکمل تفسیر بیان کی۔ یہ تفسیر نہایت سادہ، عام فہم، اور جدید ذہن کو مخاطب کرتی ہے۔ ان کا انداز یہ تھا کہ آیت کے سیاق وسباق، لغوی معنی، اور تاریخی پس منظر کے ساتھ ساتھ اس کا عملی پہلو بھی واضح کریں۔ وہ آیات کو صرف عرب کے پس منظر میں مقید نہ کرتے بلکہ جدید معاشرتی، سیاسی، اور تہذیبی حالات کے تناظر میں بھی سمجھاتے تھے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی علمی دیانت ان کی سب سے بڑی خوبیوں میں شامل ہے۔ وہ کسی بھی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اختلافی مسائل میں ہمیشہ ''واللہ اعلم'' کہہ کر رائے کو اللہ کی طرف لوٹا دیتے تھے۔ وہ علمی جبر کے قائل نہیں تھے بلکہ لوگوں کو دعوت دیتے تھے کہ وہ خود تحقیق کریں، قرآن کو خود پڑھیں اور غور وفکر کریں۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ 2010ء میں وفات پا گئے مگر ان کا علمی ترکہ آج بھی زندہ ہے۔ ان کی ویڈیوز، آڈیوز، کتابیں، اور مضامین دنیا بھر میں ہزاروں افراد کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن چکے ہیں۔ ان کے شاگرد آج بھی ان کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ تنظیم اسلامی آج بھی قرآن فہمی، اسلامی انقلاب، اور روحانی تطہیر کے مشن پر گامزن ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پیغام سادہ مگر انقلابی تھا: قرآن کو سمجھو، اس پر ایمان لاؤ، اور اسے اپنی زندگی کا مرکز بناؤ۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ اگر امت مسلمہ قرآن کو اپنی زندگیوں کا محور بنا لے تو دنیا میں ایک نئی روحانی اور اخلاقی بیداری کی لہر دوڑ جائے گی۔

ان کی زندگی ایک آواز تھی جو قرآن کے حق میں اُٹھی اور جس نے لاکھوں دلوں میں اللہ کی کتاب کی عظمت پیدا کی۔ آج بھی ان کی آواز گونج رہی ہے اور دلوں کو جگا رہی ہے۔ یہ ہمارے لیے ایک دعوت ہے کہ ہم بھی قرآن سے جڑیں، اسے سمجھیں، اور اس پر عمل کریں تاکہ ہماری زندگیوں میں بھی وہ روشنی آ جائے جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی زندگی میں تھی۔

رحمی رشتہ داروں اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت تنظیم اسلامی

سورۃ النساء آیت نمبر 1 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: 'اے لوگو اپنے اُس رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا' اور اُسی سے اس کا جوڑا بنایا' اور ان دونوں سے پھیلا دیئے (زمین میں) کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں۔ اور تقویٰ اختیار کرو اُس اللہ کا جس کا تم ایک دوسرے کو واسطہ دیتے ہو' اور رحمی رشتوں کو توڑنے سے بھی بچو! یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو مرتبہ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آج ہمارے گھروں، رشتہ داروں، اور معاشرے میں بگاڑ کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ دلوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔ اگر اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس دل میں ہو تو ہمارے معاملات زندگی، بالخصوص گھریلو معاملات درست رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط﴾ ''اور تقویٰ اختیار کرو اُس اللہ کا جس کا تم ایک دوسرے کو واسطہ دیتے ہو' اور رحمی رشتوں کو توڑنے سے بھی بچو!''

اس گئے گزرے دور میں بھی ہمارے گھروں اور محلوں میں جن بڑوں اور بزرگوں کا ادب کیا جاتا ہے اور ان کو احترام دیا جاتا ہے، ان کے سامنے کوئی لڑائی جھگڑا ہوتا ہے اور جب وہ بالآخر کہتے ہیں کہ ''خدا کے واسطے اب خاموش ہو جاؤ''، تو لوگ نرم پڑ جاتے ہیں اور خاموش ہو جاتے ہیں۔

اللہ کا لحاظ، اس کا ڈر اگر دل میں ہو تو معاملات اور رشتوں میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اس آیت میں جن رحمی رشتوں کی طرف اشارہ ہے، ان میں بعض انتہائی قریبی رشتے ہیں جیسا کہ بہن بھائی، والدین وغیرہ ہیں۔ اس کے بعد پھر دور کے رشتہ دار اور برادری والے ہیں پھر اوپر جا کر پوری انسانیت اس دائرے کے اندر آجائے گی۔ کیونکہ سب کے والدین حضرت آدم وحوا علیہ السلام ہیں۔

تاہم، جو جتنا زیادہ قریب ہے، اس کا اتنا زیادہ حق ہے۔ ایک مشہور حدیث میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: ''میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔ صحابیؓ نے پھر پوچھا: ''اس کے بعد کون؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔ پھر پوچھا: ''اس کے بعد کون؟'' آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''تیری ماں''۔ چوتھی مرتبہ پوچھنے پر فرمایا: ''تیرا باپ۔''

چنانچہ، تمام رشتہ داروں میں سب سے زیادہ مستحق ماں ہے کہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے، اس کے بعد باپ کا درجہ ہے۔ چاہے والدین کتنے ہی ناراض ہوں یا کچھ برا بھلا کہیں، ہمیں ان کی ڈانٹ پر برا نہیں ماننا چاہیے اور نہ ہی آگے سے جواب دینا چاہیے۔

اس کے بعد اہل وعیال کا حق آتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ)) ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہو، اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔''

اس کے بعد اولاد آئے گی۔ آخرت کے حوالے سے ان کی اچھے طریقہ سے تعلیم و تربیت، معاشی حوالہ سے ان کی تعلیم اور ہنر کا بندوبست کرنا، یہ ان کا حق ہے۔

اس کے بعد الاقرب فالاقرب والے اصول کے تحت وہ رشتے دار جن کا وراثت میں حق ہے۔ وہ پہلے ہیں اور پھر وہ رشتہ دار جن کا وراثت میں حصہ نہیں ہے۔

صلہ رحمی کی تعلیم پچھلی شریعتوں میں بھی اہم رہی ہے۔ توریت میں بھی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم موجود تھی۔

آپ ﷺ جب پہلی وحی نازل ہونے کے بعد حضرت خدیجہ ؓ کے پاس تشریف لائے، تو انہوں نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''آپ مہمانوں کے ساتھ بھلا سلوک کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، اور صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا۔''

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی عمر طویل ہو اور اس کے رزق میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔'' (متفق علیہ)

ایک عام تصور یہ ہے کہ فلاں اچھا سلوک کرے گا تو ہم بھی کریں گے، فلاں ملنے آئے گا تو ہم بھی جائیں گے۔

لیکن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ صلہ رحمی نہیں ہے، صلہ رحمی یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں تب بھی تم اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

سب سے بڑا احسن سلوک اور سب سے بڑی صلہ رحمی یہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کریں۔ ان کو دین کی دعوت دینا اور انہیں اللہ سے جوڑنا، یہ سب سے بڑا احسن سلوک ہے۔

سورۃ الشعراء آیت نمبر 214 میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا: ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝﴾ (الشعراء) ''اور (اے نبی ﷺ!) خبردار کیجیے اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے کم از کم دو مرتبہ اور بعض روایات کے مطابق تین مرتبہ اپنے خاندان کے لوگوں کو دعوت طعام دی تا کہ اُن کے سامنے دین کی دعوت پیش کی جائے۔

ہم میں کون ایسا ہوگا جو اپنے اہل وعیال دنیاوی تکلیف پر پریشان نہ ہو، لیکن اگر وہ جہنم کی آگ میں جلنے جا رہے ہوں، تو کیا ہم خاموش رہ سکتے ہیں؟

ویسے تو دعوت سب انسانوں کے لیے ہے، لیکن جو جتنا زیادہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہے، اس کا اتنا ہی زیادہ حق ہے کہ اسے پہلے دین کی دعوت دی جائے۔ اس کو اللہ سے جوڑنا اور آخرت کے عذاب سے بچانا یہ سب سے بڑا حسن سلوک اور صلہ رحمی ہے۔

تنظیم اسلامی کے رفیق کی حیثیت سے ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں اُن سے بڑھ کر صلہ رحمی کا مظاہرہ کریں۔ ہماری جانب سے صلہ رحمی کے مظاہرہ سے ان پر تنظیم کی اہمیت بھی واضح ہوگی کہ تنظیم کے رفیق ہونے کی وجہ سے ہمارے اندر یہ تبدیلی آئی ہے۔ مزید برآں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا یہ تقاضا بھی ہے کہ ہم انہیں پوری دل سوزی، خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ تنظیم کی فکر سے آگاہ کریں، انہیں دینی فرائض یاد دلائیں اور تنظیم میں شمولیت کی دعوت دیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

فلسطینیوں کی پکار کا کم سے کم احساس

قاری محمد اسحاق، ملتان

مؤمن سر سے پاؤں تک دوسرے کے لیے امن کا ضامن ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں روشنی کی کرن ہوتا ہے۔ ہدایت کا مینار ہوتا ہے۔ احساس کا نشان ہوتا ہے۔ پوری دُنیا کے ہر انسان اور خصوصاً مسلمان کی راحت کے لیے بے قرار ہوتا ہے۔ دوسروں کی خوشی میں خوش اور پریشانی میں تڑپ اٹھتا ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ اب ہم میں یہ تمام نشانیاں دم توڑ رہی ہیں، بجائے اس کے کہ ہم اپنے فلسطینی بھائیوں کے دکھوں کا آگے بڑھ کر مداوا کرتے۔

ان کے آنسوؤں کو پونچھتے لیکن کٹی پھٹی لاشوں، ننھے منے بچوں کے چیتھڑوں، عورتوں کے دل دہلا دینے والی آہوں، مردوں کے خون کے فواروں اور اس پر ظالموں کے قہقہوں، نوجوانوں پر خونخوار کتوں کے حملوں، انسانوں کے ہواؤں میں اڑتے ہوئے ٹکڑوں، ملبے تلے دھنسی ہوئی دم توڑتی انسانیت کی آخری سانسوں پر بھی ہم ٹس سے مس نہ ہوئے۔

کیا یہی قرآن کی صدا ہے؟ قرآن میں تو ہے کہ ’’ایک انسان کا (ناحق) قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور ایک انسان کی زندگی پوری انسانیت کی زندگی ہے۔‘‘

آقائے دو جہاں ﷺ کا فرمان ہے: ’’تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر اس کی آنکھ میں درد ہو تو پورے جسم میں درد ہوتا ہے۔

اگر اس کے سر میں درد ہو تو پورے جسم میں درد ہوتا ہے۔ مگر ہماری بے حسی کے کیا کہنے کہ ہم اُلٹا یہ کہتے ہیں کہ جی! ہم تو کچھ کر ہی نہیں سکتے۔‘‘

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا:

’’مسلمان مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے۔‘‘

مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ جو کہ اس سے نقصان کو دُور کرتا ہے اور اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن ہم تو ان کے نقصان کے لیے خود راہ ہموار کر رہے ہیں۔

اب ایک اہم سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ہم کریں تو کریں کیا؟ اس حوالے سے عرض ہے کہ اگر ہم صرف ان کا پختہ ترین (معاشی) بائیکاٹ ہی کر دیں جو کہ ہمارے اختیار میں بھی ہے اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ تو ان کی کمر توڑنے کے لیے ان شاء اللہ یہی کافی ہے اور ایسا تاریخ میں ہوا بھی ہے۔

ٹیپو سلطانؒ کے زمانے میں انگریز کی نفرت لوگوں کے دلوں میں بہت سخت تھی۔ اسی لیے ہندوستان کے علاقے مدراس میں انگریز کا نمک کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ ٹیپوؒ نے ان سے خریداری کا بائیکاٹ کا اعلان کر دیا تو انہوں نے عربوں کے بھیس میں دوبارہ نمک بیچنا شروع کر دیا۔ تو کچھ سادہ لوگوں نے بھی انجانے میں خریداری کر لی۔

لیکن جب اس سازش کا علم ٹیپو کو ہوا تو انہوں نے اپنی سلطنت میں انگریزوں کا بغیر ویزہ داخلہ بند کر دیا۔ تو اس وقت مسلمانوں کے اس بائیکاٹ سے انگریز کفار کو سخت نقصان پہنچا۔ (حوالہ: سلطنت خداداد)

(بشکریہ ماہنامہ ’’محاسنِ اسلام‘‘ ملتان)

پریس ریلیز 20 مئی 2025ء

اُمت مسلمہ کی دینی ذمہ داری ہے کہ وہ ایران پر اسرائیلی حملوں میں برادر مسلم ملک کا عملی ساتھ دے۔ اگر ٹرمپ پاکستان سے فوجی اڈے مانگتا ہے تو اس کو واشگاف الفاظ میں ’’ایبسولیوٹلی ناٹ‘‘ کہا جائے

شجاع الدین شیخ

اُمت مسلمہ کی دینی ذمہ داری ہے کہ وہ ایران پر اسرائیلی حملوں میں برادر مسلم ملک کا عملی ساتھ دے۔ اگر ٹرمپ پاکستان سے فوجی اڈے مانگتا ہے تو اس کو واشگاف الفاظ میں ’’ایبسولیوٹلی ناٹ‘‘ کہا جائے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ غزہ میں قیامت ڈھانے کے بعد اب اسرائیل کی نظر بد مشرق وسطیٰ اور خلیج فارس کے دیگر مسلم ممالک پر ہے۔ لبنان اور شام میں تباہی مچانے کے بعد اب ناجائز صہیونی ریاست امریکہ کی مکمل معاونت کے ساتھ ایران پر حملے کر رہی ہے جس میں ایران کا بے پناہ نقصان ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جوابی حملوں میں ایران نے بھی اسرائیل کو نقصان پہنچایا ہے۔ اگرچہ ایران نے ماضی میں بہت غلطیاں کیں اور ایسے اقدامات بھی اُٹھائے جن سے دیگر مسلم ممالک کو نقصان پہنچا جس کی مذمت کرنا بنتا ہے لیکن اس کے باوجود اس نازک موقع پر تمام مسلم ممالک کو ایران کا عملی طور پر ساتھ دینا ہوگا۔ اگر مسلم ممالک ایران کا ساتھ نہیں دیتے تو گویا وہ یہود اور ان کی ناجائز صہیونی ریاست جو فلسطین پر قبضہ کر کے قائم کی گئی ہے، کا ساتھ دے رہے ہوں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ مسلم ممالک جلد از جلد او آئی سی کا ہنگامی اجلاس طلب کریں جس میں ایران پر حملہ کو تمام مسلم ممالک پر حملہ قرار دیا جائے اور اسرائیل کے خلاف ایک فوجی اتحاد قائم کیا جائے جو صہیونیوں اور ان کے پشت پناہوں اور معاونین کو کسی مزید کارروائی کی صورت میں دندان شکن جواب دیں۔ اسرائیل اپنے توسیعی منصوبے یعنی گریٹر اسرائیل کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے اور اگر خدانخواستہ ایران کو بھی زیر کر لیا گیا تو اسرائیل کا اگلا نشانہ پاکستان ہوگا۔ جس کا تذکرہ 1967ء میں اسرائیل کا پہلا وزیر اعظم بن گوریان بھی کر چکا ہے اور چند برس قبل موجودہ وزیر اعظم نیتن یاہو بھی ایک انٹرویو میں پاکستان کے ایٹمی دانت نکالنے کی خواہش کا اظہار کر چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میڈیا کی بعض رپورٹس کے مطابق صدر ٹرمپ سے ملاقات کے دوران فیلڈ مارشل عاصم منیر سے تقاضا کیا گیا ہے کہ پاکستان امریکہ کو فوجی اڈے فراہم کرے جس کے بدلے میں اسے لڑاکا طیاروں، دیگر فوجی ساز و سامان اور معاشی امداد دی جائے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر ایسا سچ ہے تو پاکستان کو فوری طور پر امریکی صدر کو واشگاف الفاظ میں ’’ایبسولیوٹلی ناٹ‘‘ کہا جائے۔ پاکستان اُن غلطیوں کو دہرانے کا متحمل نہیں ہو سکتا جو سابق جنرل پرویز مشرف نے نائن الیون کے بعد امریکہ کو فوجی اڈے دے کر کی تھیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کو حقیقی معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے تا کہ وہ اُمت مسلمہ کی لیڈرشپ کا کردار ادا کرتے ہوئے انسانیت کے دشمن اسرائیل، بھارت اور امریکہ پر مشتمل ابلیسی اتحادِ ثلاثہ کے خلاف اُمت مسلمہ کو عملی اقدامات کے لیے متحد کرے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

After Israel's Right to "Defend Itself": Attack on a Sovereign Nation Is OK. War of Aggression and Genocide = Self Defense!

By: Prof. Pascal Lottaz

For a brief moment in 2022, it looked as if the West had rediscovered the inviolability of state borders and the inadmissibility of foreign interventions when Russian troops started pouring into Ukraine. Luckily, we can all rest assured that that moment is over again. On Friday 13 June 2025, western leaders from Ursula von der Leyen all the way to the UN Security Council representative of Greece, and of course the US President have confirmed that Israel's blatant attack on Iran is not, in fact, a breach of the UN Charter's prohibition on the use of force, but that it constitutes part of Israel's limitless "right to self-defense".

It is also telling that not only the sentence "Israel's right to defend itself" is currently pumped into each and every statement of western leaders, we also see that most media outlets have chosen the noun "strike" to describe Israel's grave violations of Iran's sovereign territory, not the more accusational "attack". The latter seems reserved to describe states that do things the West doesn't like, while for its friends, we find much less legally charged concepts. Isn't it lovely?

Let's just recap for one moment what we are now learning about Collective West Lingo:

- Occupying parts of Syria and Lebanon = Self-defense
- Slaughtering Civilians in the West Bank = Self-defense
- Genocide in Gaza = Self-defense
- War of Aggression against Iran = Self-defense

More could be added. But I think you get the picture. "Israel's right to defend itself" is like one of the lucky charms in a Super-Mario game. Once you get it, you turn super-fast, and anything that hits you just bounces off and withers away. It changes the rules of the game as it makes you untouchable. For the case of Israel, the charm even works against the most binding jus cogens norms of international law, and it makes sure the UN Charter applies to anyone except Tel Aviv. It's truly a magical thing.

Of course, this form of impunity is exactly what has led to the Genocide in Gaza and the belief that Israel can strike at Iran without consequences to itself. Iran, on its part, has made clear that it intends to break the charm by extracting a concrete price from Israel for its blatant act of war. Now the question will be if also in the West the charm will start losing its force and if the sheer audacity of this unprovoked attack on top of the already ongoing Genocide will finally be enough to lead to a substantial rethinking—if not on the political level, then at least among the general public (which will ultimately impact politics down-stream).

The danger is that the propaganda is still too strong, the demonization of Iran still sits too deep, and the powers that be manage to wield enough narrative control to massively support Israel for long enough to finally break Iran (that

Vol: 34 Regd. No. C.P.L NO.114 No.23

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore